مسائل صراط الجنان علی مذہب النعمان

مسائل صراط الجنان

(حصہ ۴)

مؤلف:
خالد تسنیم المدنی

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

مسائل صراط الجنان علی مذہب النعمان

مسائل صراط الجنان

(حصہ ۴)

مؤلف:
خالد تسنیم المدنی

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION

تفصیلات

نـــــــــــــــــــام:

مسائل صراط الجنان (حصہ ۴)

از قـــــــلـــــــم:

خالد تسنیم المدنی

سَنہ اشـــــــاعت:

رمضان المبارک ۱۴۴۴ھ

MARCH 2023

صـــفحات:

239

OUR DESIGNING PARTNER

PURE SUNNI GRAPHICS

PUBLISHER

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

SABIYA VIRTUAL PUBLICATION

AMO

POWERED BY ABDE MUSTAFA OFFICIAL

info@abdemustafa.com

© 2023 All Rights Reserved.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان، رحمت والا ہے۔

Contents

ناشر کی طرف سے کچھ اہم باتیں 14
پیش لفظ 16
تعارف صراط الجنان 17
سورۂ یُوْسُف 19
جائز مقصد کے حصول کیلئے ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کا شرعی حکم: 19
خواب کے بارے میں تین اَحادیث: 20
خواب (Dream) کس کو بیان کرنا چاہیے؟ 20
خوابوں کی تعبیر (Dream interpretation) بتانے کے آداب: 22
کن اوقات میں تعبیر بیان نہیں کرنی چاہیے؟ 23
خواب کی تعبیر بیان کرنے والے مشہور علما اور تعبیر پر مشتمل کتابیں: 23
خواب کی تعبیر سے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا معمول: 24
حفاظتی تدابیر (Precautions) کے طور پر کچھ بچا کر رکھنا (Saving) توکل کے خلاف نہیں: 25
حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے: 28
عہدہ (Rank) اور امارت کا مطالبہ (Demand) کب جائز ہے؟ 29

امارت سے متعلق چند اہم شرعی مسائل: 29
یہاں امارت سے متعلق 3 اہم مسائل یاد رکھئے: 29
عہدہ قبول نہ کرنے میں عافیت کی صورت: 30
ضرورت کے وقت رشتہ داروں کی مدد کرنے کی ترغیب: 31
رشتہ داروں (Relatives) کی مدد کرنے کا بہترین طریقہ: 33
کفالت (Being Responsible) جائز ہے: 34
کفالت کا معنیٰ: 34
ضمانت (Guarantee) دینے کا جواز و ترغیب: 35
شرعی حیلے درست ہیں: 36
ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے: 37
غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا: 38
حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے کا شرعی حکم: 39
بزرگوں کے تبرکات بھی دافعِ بلا، مشکل کشا ہوتے ہیں: 41
سورۃ اَلرَّعْد 44
کیا جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے رحم میں بچے کے بارے میں جاننا قرآن کے خلاف ہے؟

.... 44
اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی حفاظت کرتے ہیں: 47
کیا رسول کا فرشتوں میں سے ہونا ضروری ہے؟ 48
اگر رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے (ایک اعتراض) 49
سورۃ اِبراھِیم 51
علم کا لبادہ اوڑھ کر حق مذہب سے بھٹکانے والے متوجہ ہوں: 51
شرعی قیاس کا ثبوت: 53
سورۃ اَلْحِجْر 54
سجدہ تعظیمی کا شرعی حکم اور اس کو جائز ثابت کرنے والوں کا رد: 54
اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کرنے والے گناہ: 56
فرشتوں کا علم: 59
مقبولین بارگاہ الٰہی کو بھی غیب کا علم ہوتا ہے 59
اولاد کو علمِ دین سکھائیے: 60
مہمان کی خاطر تواضع کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے: 61
سورۃ اَلنَّحْل 62
جانور پر سواری کرنا اور بوجھ لادنے کا شرعی حکم: 62

جانوروں کے حقوق(Rights of animals)اور اسلام کی عظیم تعلیمات:.... 62
برا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ زیادہ سخت ہے 65
جو مسئلہ معلوم نہ ہو وہ علماءِ کرام سے پوچھا جائے: 68
تقلید جائز ہے: 68
تقلید کی تعریف(Definition): 69
تقلید سے متعلق چند اہم مسائل: 69
مُقَلِّد کا ایمان درست ہے یا نہیں؟ 70
حدیث پاک بھی حجت ہے: 72
قرآنِ کریم میں غور و فکر اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے: 74
قسم سے متعلق چند مسائل: 76
حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے متعلق 4 شرعی مسائل: 78
اپنی طرف سے کسی چیز کو شرعاً حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر اِفترا ہے: 79
مناظرہ(Debating)کا شرعی حکم 80
اَمر بالمعروف کے آداب اور چند مسائل: 80
(1)...امر بالمعروف و نَھی عَنِ الْمُنْکَر کا مطلب 80
(3)...امر بالمعروف کے لوازمات(Requirements) 81

سورۃ بَنِیۡ اِسۡرَآءِیۡل (اَلۡاَسۡرَاء) 84
معراج شریف سے متعلق 3 باتیں: 84
(1)... معراج کب ہوئی: 84
(2)... معراج کے منکر کا شرعی حکم 84
رشتہ داروں کا خرچ اٹھانے کا شرعی حکم 85
اِسراف (Wasting) کا شرعی حکم اور اس کے معانی: 86
تَبذیر اور اِسراف میں فرق: 87
مستحق کو جھڑکنا حرام اور غیر مستحق کو دینا منع ہے: 88
حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے: 90
اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے: 90
انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گناہوں سے معصوم اور اولیاء کرام محفوظ ہوتے ہیں: 92
تہجد سے متعلق چند مسائل: 92
تلاوتِ قرآن کے وقت رونے کا حکم شرعی: 93
تلاوتِ قرآن سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے: 94
سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے 95

سورۃ اَلْکَھْف 95
اولیاء کی کرامات برحق ہیں: 95
بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانے کا شرعی حکم: 96
ریشمی لباس اور سونے چاندی کا زیور استعمال کرنے کا حکم شرعی: 101
ریشم کے لباس سے متعلق چند مسائل: 102
باطن کا حال جان کر کسی کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ 104
یتیم کے ساتھ نیکی کرنے کا ثواب: 106
باپ کے تقویٰ اور پرہیزگاری کا فائدہ اولاد کو پہنچتا ہے: 107
ولی کو نبی پر فضیلت دینے کا شرعی حکم 109
حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں: 110
سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق 3 اہم باتیں: 115
حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے جیسا بشر کہنے کا حکم شرعی 115
انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے: 119
سورۃ مَرْیَم 120
نیک صالح اولاد کی دعا مانگی چاہیے 120
سورۂ مریم کی آیت 5 اور 6 سے حاصل ہونے والی معلومات: 120

نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے .. 121
بیوقوف کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے: 124
چپ رہنے کا روزہ منسوخ (cancelled) ہو چکا ہے: 124
آدمی کب تک شرعی اَحکام کا پابند ہے؟ 125
بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں 125
کتاب اللہ کا درس دینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے: 128
غیر عالم کا درسِ قرآنِ مجید دینے کا شرعی حکم: 128
قرآنِ مجید کا درس دینے سے متعلق اہم تنبیہ: 129
کلام اللہ کی آیات سن کر رونا سنت انبیاء کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے 130
سجدہ تو کر لیا مگر آنسو نہ نکلے: 131
اللہ تعالیٰ بھول سے پاک ہے: 133
پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں: 133
سورۃ طٰہٰ 136
عرش پر اِستوا فرمانے سے متعلق ایک اہم بات: 136
زوجہ اہلِ بیت میں داخل ہے: 137
آیت ''فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ'' سے حاصل ہونے والی معلومات: 138

سوال پوچھنے کی وجہ لاعلمی ہونا ضروری نہیں: 140
کفار کے میلے میں جانے کا شرعی حکم: 140
سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے: 141
اہلِ ایمان کی شفاعت کی دلیل: 142
تعظیم کے طور پر غیرِ خدا کو سجدہ کرنے کا شرعی حکم: 145
انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت سے متعلق اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ:
.... 145
سورۃ اَلْاَنْبِیَآء 148
کوئی عورت (Woman) نبی نہ ہوئی 148
شرعی معلومات نہ ہونے اور نہ لینے کے نقصانات: 148
فرض علوم سیکھنے کی ضرورت و اہمیت 150
ضرورت کی بقدر علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے 153
سوال کرنا علم کے حصول کا ایک ذریعہ ہے: 158
انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوۃ فرض نہیں: 160
کھیتی والا واقعہ 162
جانور جو نقصان کرے اس کا ضمان مالک پر لازم نہیں: 163

کھیتی والے واقعے سے معلوم ہونے والے مسائل: 163
مُجتہد کو اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے: 164
’فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے‘‘ کہنا شرک نہیں: 165
کیا حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری کوڑھ یا جذام تھی؟ 166
آزمائش وامتحان ناراضی کی دلیل نہیں: 167
حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے معلوم ہونے والے مسائل: 168
حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے معلوم ہونے والی باتیں: 169
سورۃ اَلْحَجّ 170
اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں علم کے بغیر بحث کرنے کا شرعی حکم: 170
بدمذہبوں سے دوستی اور تعلقات رکھنے کی ممانعت: 170
انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شرک سے پاک ہیں: 173
مسجد تعمیر کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم: 173
مسجد کا متولّی کیسا ہونا چاہئے؟ 174
حَرم میں کی جانے والی قربانی سے متعلق 4 شرعی مسائل: 175
اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم کی طرف منسوب جانوروں کا شرعی حکم: . 177
حج کے موقع پر کیسے جانور کی قربانی دی جائے؟ 179

تین چیزوں میں قیمت زیادہ دینی چاہیے: 179
قربانی کا جانور خریدتے وقت قیمت کم کروانا 180
جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے: 181
اونٹ نحر کرنے کا طریقہ: 182
اونٹ نحر کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل: 182
نیک اعمال کس امید پر کرنے چاہئیں؟ 184
سورہ حج کی آیت نمبر 77 سے متعلق ایک اہم شرعی مسئلہ: 184
سورۃ اَلْمُؤْمِنُوْن 185
ہم جنس پرستی (Homosexuality) مشت زنی (Misattributing) اور مُتعہ حرام ہے:
185 ....
مشت زنی (Misattributing) کا شرعی حکم 185
متعہ کا شرعی حکم 186
سورۃ اَلنُّوْر 187
زنا کی حد شرعی: 187
غیر مُحْصَنْ زانی کی سزا: 187
مُحْصَنْ کی تعریف (Definition) 188

زنا کی حد سے متعلق 3 شرعی مسائل: 188
(3)...کیا لواطت (Homosexuality) اور زنا کی سزا same ہے؟ 189
حدود نافذ کرنے کے معاملے میں مسلم حکمرانوں کے لئے شرعی حکم: 190
زنا کی مذمت: 192
پاکدامن اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان: 193
پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا سے متعلق چند شرعی مسائل:
.... 194
بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے شرعی حکم کا خلاصہ: 196
سب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمْ عادل ہیں: 198
حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھا پر تہمت لگانا خالص کفر ہے: 199
دوسروں کے گھر جانے سے متعلق 3 شرعی احکام: 200
کسی کا دروازہ بجانے سے متعلق دو اہم باتیں: 202
عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنے کا شرعی حکم: 204
زینت سے مراد: 205
مسلمان عورت کو سر ڈھانپنے کا حکم 206
وہ لوگ جن کے سامنے عورت زینت کے اعضا ظاہر کر سکتی ہے: 206

مَحارِم کے سامنے عورت کا بناؤ سنگار ظاہر کرنے کا شرعی حکم: 208
عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں 208
نکاح کرنے کا شرعی حکم: 209
نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں سے متعلق شرعی مسائل: 210
غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں چند شرعی احکام 211
زِنا پر مجبور کئے جانے کی تفصیل: 212
جس عورت کے ساتھ زبردستی زنا (Rape) کیا گیا، کیا وہ گناہگار ہوگی؟ 213
عورتوں کو زنا پر مجبور کرنے والے غور کریں: 213
عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے: 215
اجازت طلب کرنے کے تین اوقات 216
لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں؟ 218
وہ مقامات جہاں سے کھانا مباح ہے 219
اجازت کے بغیر کسی کی چیز کھانے کا شرعی حکم: 220
گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل: 221
آداب بارگاہ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: 223
رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کن الفاظ کے ساتھ نِدا کرنی چاہیے: 225

"یا محمد" کہنا منع ہے: 226
ہماری اردو کتابیں: 227

ناشر کی طرف سے کچھ اہم باتیں

مختلف ممالک سے کئی لکھنے والے ہمیں اپنا سرمایہ ارسال فرمارہے ہیں جنھیں ہم شائع کر رہے ہیں۔ ہم یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری شائع کردہ کتابوں کے مندرجات کی ذمہ داری ہم اس حد تک لیتے ہیں کہ یہ سب اہل سنت و جماعت سے ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ ہر لکھاری کا تعلق اہل سنت سے ہے۔ دوسری جانب اکابرین اہل سنت کی جو کتابیں شائع کی جارہی ہیں تو ان کے متعلق کچھ کہنے کی حاجت ہی نہیں۔

پھر بات آتی ہے لفظی اور املائی غلطیوں کی تو جو کتابیں "ٹیم عبد مصطفی آفیشل" کی پیشکش ہوتی ہیں ان کے لیے ہم ذمہ دار ہیں اور وہ کتابیں جو ہمیں مختلف ذرائع سے موصول ہوتی ہیں، ان میں اس طرح کی غلطیوں کے حوالے سے ہم بری ہیں کہ وہاں ہم ہر ہر لفظ کی چھان پھٹک نہیں کرتے اور ہمارا کردار بس ایک ناشر کا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کئی کتابوں میں ایسی باتیں بھی ہوں کہ جن سے ہم اتفاق نہیں رکھتے۔ مثال کے طور پر کسی کتاب میں کوئی ایسی روایت بھی ہو سکتی ہے کہ تحقیق سے جس کا جھوٹا ہونا اب ثابت ہو چکا ہے لیکن اسے لکھنے والے نے عدم توجہ کی بنا پر نقل کر دیا یا کسی اور وجہ سے وہ کتاب میں آ گئی جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں کہ کئی وجوہات کی بنا پر ایسا ہوتا ہے۔ تو جیسا ہم نے عرض کیا کہ اگرچہ ہم اسے شائع کرتے ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا

جائے کہ ہم اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں۔ایک مثال اور ہم اہل سنت کے مابین اختلافی مسائل کی پیش کرنا چاہتے ہیں کہ کئی مسائل ایسے ہیں جن میں علماے اہل سنت کا اختلاف ہے اور کسی ایک عمل کو کوئی حرام کہتا ہے تو دوسرا اس کے جواز کا قائل ہے۔ ایسے میں جب ہم ایک ناشر کا کردار ادا کر رہے ہیں تو دونوں کی کتابوں کو شائع کرنا ہمارا کام ہے لیکن ہمارا موقف کیا ہے، یہ ایک الگ بات ہے۔ ہم فریقین کی کتابوں کو اس بنیاد پر شائع کر سکتے ہیں کہ دونوں اہل سنت سے ہیں اور یہ اختلافات فروعی ہیں۔

اسی طرح ہم نے لفظی اور املائی غلطیوں کا ذکر کیا تھا جس میں تھوڑی تفصیل یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کئی الفاظ ایسے ہیں کہ جن کے تلفظ اور املا میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اب یہاں بھی کچھ ایسی ہی صورت بنے گی کہ ہم اگرچہ کسی ایک طریقے کی صحت کے قائل ہوں لیکن اس کے خلاف بھی ہماری اشاعت میں موجود ہوگا۔اس فرق کو بیان کرنا ضروری تھا تاکہ قارئین میں سے کسی کو شبہ نہ رہے۔ٹیم عبد مصطفی آفیشل کی علمی، تحقیقی اور اصلاحی کتابیں اور رسالے کئی مراحل سے گزرنے کے بعد شائع ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود ان میں بھی ایسی غلطیوں کا پایا جانا ممکن ہے لہذا اگر آپ انھیں پائیں تو ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس کی تصحیح کی جاسکے۔

پیش لفظ

اللہ جل مجدہ کا بے پناہ شکر کہ جس نے ہمیں بنی نوع انسان میں پیدا فرمایا وہ انسان جس کی رشد وہدایت کے لئے کتب سماویہ کا نزول اور انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ ان کتب اور انبیاء علیہم السلام سے استفادہ کرکے راہ نجات کی طرف گامزن ہوں اسی سلسلے کی ایک کڑی قرآن مجید، فرقان حمید، برھان رشید ہے جس میں ہر خشک وتر کا بیان ہے جس کا سمجھنا عجمی لوگوں کے لئے ترجمہ اور تفسیر کے بغیر ناممکن ہے لہذا دور حاضر میں انتہائی جامع اور متوسط تفسیر قرآن بنام صراط الجنان جس میں ترجمہ قرآن بنام کنزالعرفان مکتبہ المدینہ کراچی نے شائع کیا ہے ہم نے اسی قرآنی تفسیر سے فقط مسائل دینیہ کو اکٹھے کرنے کی کاوش کی ہے جس سے قارئین شرعی احکام جو بالوسطہ یا بلاواسطہ قرآنی آیات سے مستنبط ہیں ایک جگہ پر اکٹھے ملاحظہ فرماسکیں دوسرے لفظوں میں آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ قرآن کی تلاوت و مطالعہ فقہ حنفی کے مسائل کے ساتھ کیا گیا ہے، جس میں ہم نے قطع نظر شان نزول کے فقط آیت، اس کا ترجمہ اور پھر اس سے مآخوذ شرعی و دینی مسئلہ نقل کیا ہے لہذ جن آیات کے تحت تفسیر صراط الجنان میں شرعی مسئلہ بیان نہیں کیا گیا ہم نے ان آیات کا اہتمام نہں کیا، پہلے تین حصوں کے مقبولیت کے بعد اب یہ چوتھا حصہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور باقی پر

کام جاری ہے۔اللہ پاک ہماری یہ کاوش قبول فرمائے اور اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اگر کوئی شرعی غلطی پائیں تو نیچے دیئے گے نمبر پر اطلاع دے کر شکریہ کا موقعہ فراہم کریں۔

خالد تسنیم المدنی

المتخصص فی الفقہ الاسلامی

اسلامک ریسرچ اسکالر

Birmingham (UK)

تعارف صراط الجنان

قرآن کریم اہل اسلام اور پوری انسانیت کے لئے دنیاوآخرت کے تمام تر امور میں ہدایت و رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔مگر اس کی برکات سے استفادہ اسی وقت ممکن ہے جب معلوم ہو کہ قرآن مجید میں کیا بیان ہوا ہے؟ جب اسلام کی نورانی کرنیں سرزمین عجم میں پہنچیں تو اہل عجم کو احکام قرآن کریم سمجھانے کے لیے علمائے دین نے دیگر زبانوں میں تفسیریں لکھیں بالخصوص اردو زبان کی ترقی کے پیشِ نظر علمائے پاک و ہند نے بھی کئی اُردو تفاسیر پیش کیں۔ تفسیر ”صراط الجنان فی تفسیر القرآن“ انہیں میں سے ایک ہے۔یہ تفسیر شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی ابو صالح محمد قاسم

عطاری مُدَّظِلُّہُ الْعَالِی کے برسہابرس کے مطالعہ اور انتھک محنت و کوشش کا ثمرہ ہے۔

اس تفسیر میں قدیم و جدید تفاسیر اور دیگر علوم اسلامیہ پر مشتمل کتب سے اخذ شدہ کلام شامل کیا گیا ہے۔ تفسیر زیادہ طویل ہے نہ بہت مختصر بلکہ متوسط (درمیانی) اور جامع ہے۔ قرآن مجید میں جہاں احکام و مسائل کا بیان ہے اُس مقام پر ضروری شرعی مسائل آسان انداز میں تحریر کیے گئے ہیں (جن کو ہم نے یہاں جمع کیا)۔ حسب موقع اعمال کی اصلاح اور معاشرتی برائیوں سے متعلق مفید مضامین شامل کیے گئے ہیں۔ اسلامی حُسن معاشرت پر کثیر اصلاحی مواد شامل کیا گیا ہے۔ مختلف مقامات پر عقائد اہلسنّت اور معمولاتِ اہلسنّت کی دلائل کے ساتھ وضاحت کی گئی ہے۔

سورۃ یُوۡسُف

اقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡہُ اَرۡضًا یَّخۡلُ لَکُمۡ وَجۡہُ اَبِیۡکُمۡ وَ تَکُوۡنُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِہٖ قَوۡمًا صٰلِحِیۡنَ﴿9﴾

ترجمہ: یوسف کو مار ڈالو یا کہیں زمین میں پھینک آؤ تاکہ تمہارے باپ کا چہرہ تمہاری طرف ہی رہے اور اس کے بعد تم پھر نیک ہو جانا۔

آیت ”اُقۡتُلُوۡا یُوۡسُفَ اَوِ اطۡرَحُوۡہُ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... حضرت یوسف عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کی یہ ساری حرکات صرف حضرت یعقوب عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی طرف مائل کرنے کیلئے تھیں، نفس کی خاطر نہ تھیں، اس لئے ان کو سچی توبہ نصیب ہو گئی، قابیل کی حرکات چونکہ نفسِ اَمارہ کے لئے تھیں، اس لئے اسے توبہ نصیب نہ ہوئی۔

جائز مقصد کے حصول کیلئے ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کا شرعی حکم:

(2)... یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی جائز بلکہ اعلیٰ ترین مقصد کے حصول کیلئے بھی ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کی اجازت نہیں جیسے یہاں حضرت یوسف عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کا مقصد والد کی محبت کا حصول تھا جو کہ منصبِ نبوت پر فائز بھی تھے لیکن اس

کیلئے ناجائز ذریعہ اختیار کیا اور اس کی مذمت کی گئی۔

قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَاؕ-ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْؕ-اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ(37)

ترجمہ: فرمایا: تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے وہ تمہارے پاس نہیں آئے گا مگر یہ کہ اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتادوں گا۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے رب نے سکھایا ہے۔ بیشک میں نے ان لوگوں کے دین کو نہ مانا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔

یہاں خواب کی تعبیر سے متعلق ذکر ہوا، اس مناسبت سے ہم یہاں خواب بتانے کے آداب، خواب کی تعبیر بیان کرنے کے آداب، خواب کی تعبیر بیان کرنے والے مشہور علما اور اس موضوع پر مشتمل کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اور خوابوں کی تعبیر سے متعلق حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مبارک معمول بھی بیان کرتے ہیں:

خواب کے بارے میں تین اَحادیث:

خواب (Dream) کس کو بیان کرنا چاہیے؟

(1)...صرف اس کے سامنے خواب بیان کیا جائے جو اس کی صحیح تعبیر بتا سکتا ہو یا

وہ اس سے محبت رکھتا ہو یا وہ قریبی دوست ہو، حاسدوں اور جاہلوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے بچنا چاہئے۔ صحیح بخاری میں ہے، نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے جب تم میں سے کوئی پسندیدہ خواب دیکھے تو اس کا ذکر صرف اسی سے کرے جو اس سے محبت رکھتا ہو اور اگر ایسا خواب دیکھے کہ جو اسے پسند نہ ہو تو اس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اسے پناہ مانگنی چاہئے اور (اپنی بائیں طرف) تین مرتبہ تھتکار دے اور اس خواب کو کسی سے بیان نہ کرے تو وہ کوئی نقصان نہ دے گا۔

(بخاری، کتاب التعبیر، باب اذا رأی ما یکرہ فلا یخبر بھا ولا یذ کرھا، ۴/۴۲۳، الحدیث: ۷۰۴۴)

(2)...اپنی طرف سے خواب بنا کر بیان نہ کیا جائے کہ اس پر حدیث پاک میں سخت وعید بیان کی گئی ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص ایسی خواب گھڑے جو اس نے دیکھی نہ ہو تو اسے اس چیز کا پابند کیا جائے گا کہ وہ جَو کے دو دانوں میں گرہ لگائے اور وہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔

(بخاری، کتاب التعبیر، باب من کذب فی حلمہ، ۴/۴۲۲، الحدیث: ۷۰۴۲)

(3)...ڈراؤنے خواب دیکھنے سے متعلق حدیثِ پاک میں ہے کہ جب تم میں سے

کوئی اپنی خواب سے گھبرا جائے تو کہہ لے ”اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللہِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَاَنْ یَحْضُرُوْنِ“ میں اللہ کے پورے کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس کی ناراضی اور اس کے عذاب سے اور اس کے بندوں کے شر اور شیطانوں کے وسوسوں اور ان کی حاضری سے۔“تو تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔

(ترمذی، کتاب الدعوات، ۹۳-باب، ۵/۳۱۲، الحدیث: ۳۵۳۹)

خوابوں کی تعبیر (Dream interpretation) بتانے کے آداب:

یاد رہے کہ خواب کی تعبیر بیان کرنا نہ ہر شخص کا کام ہے اور نہ ہی ہر عالم خواب کی تعبیر بیان کر سکتا ہے بلکہ خواب کی تعبیر بتانے والے کے لئے ضروری ہے کہ اسے قرآنِ مجید اور اَحادیثِ مبارکہ میں بیان کی گئی خواب کی تعبیروں پر عبور ہو، الفاظ کے معانی، کنایات اور مجازات پر نظر ہو، خواب دیکھنے والے کے اَحوال اور معمولات سے واقفیت ہو اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والا متقی و پرہیزگار ہو۔ موضوع کی مناسبت سے یہاں خواب کی تعبیر بیان کرنے کے 5 آداب درج ذیل ہیں:

(1)...جب تعبیر بیان کرنے والے کے سامنے کوئی اپنا خواب بیان کرنے لگے تو وہ دعائیہ کلمات کے ساتھ اس سے کہے: جو خواب آپ نے دیکھا اس میں بھلائی ہو، آپ اپنا خواب بیان کریں۔

(2)...اچھے طریقے سے خواب سنے اور تعبیر بیان کرنے میں جلدبازی سے کام نہ

لے۔

(3)...خواب سن کر اس میں غور کرے، اگر خواب اچھا ہو تو خواب بیان کرنے والے کو خوشخبری دے کر اس کی تعبیر بیان کرے اور اگر برا ہو تو اس کے مختلف اِحتمالات میں جو سب سے اچھا احتمال ہو وہ بیان کرے اور اگر خواب کا اچھا یا برا ہونا دونوں برابر ہوں تو اصول کی روشنی میں جسے ترجیح ہو وہ بیان کرے اور اگر ترجیح دینا ممکن نہ ہو تو خواب بیان کرنے والے کا نام پوچھ کر اس کے مطابق تعبیر بیان کر دے اور خواب بیان کرنے والے کو تعبیر سمجھا دے۔

کن اوقات میں تعبیر بیان نہیں کرنی چاہیے؟

(4)...سورج طلوع ہوتے وقت، زوال کے وقت اور غروب آفتاب کے وقت تعبیر بیان نہ کرے۔

(5)...تعبیر بیان کرنے والے کو بتائے گئے خواب اس کے پاس امانت ہیں اس لئے وہ ان خوابوں کو کسی اور پر بلا ضرورت ظاہر نہ کرے۔

خواب کی تعبیر بیان کرنے والے مشہور علما اور تعبیر پر مشتمل کتابیں:

خوابوں کی تعبیر بیان کرنے میں مہارت رکھنے والے علما نے اس موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، ان میں سے ایک امام المعبرین حضرت امام محمد بن سیرین رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ”تَفْسِیْرُ الْاَحْلَامِ الْکَبِیْرُ“ ہے جو کہ ”تعبیرُ الرُّؤیا“ کے نام

سے مشہور ہے اور ایک کتاب علامہ عبد الغنی نابُلسی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ہے جو کہ "تَعْبِیْرُالْمَنَامْ" کے نام سے مشہور ہے۔

خواب کی تعبیر سے متعلق نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کا معمول:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ حضورِ اقدس، سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اسے (یعنی خواب کو) امرِ عظیم جانتے اور اس کے سننے، پوچھنے، بتانے، بیان فرمانے میں نہایت درجے کا اہتمام فرماتے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سمرہ بن جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہے، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نمازِ صبح پڑھ کر حاضرین سے دریافت فرماتے: آج کی شب کسی نے کوئی خواب دیکھا؟ جس نے دیکھا ہوتا (وہ) عرض کرتا (اور) حضور (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اس خواب کی) تعبیر فرماتے۔

(بخاری، کتاب الجنائز، ۹۳-باب، ۱/۴۶۷، الحدیث: ۱۳۸۶)۔ (فتاوی رضویہ، ۲۲/۲۷۱-۲۷۰)

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ(48)ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ(49)

ترجمہ: پھر اس کے بعد سات برس سخت آئیں گے جو اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان سالوں کے لیے پہلے جمع کر رکھا ہوگا مگر تھوڑا سا (بچ جائے گا) جو تم بچالو گے۔ پھر ان سات سالوں کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس

میں لوگوں کو بارش دی جائے گی اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

حفاظتی تدابیر (Precautions) کے طور پر کچھ بچا کر رکھنا (Saving) توکل کے خلاف نہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ حفاظتی تدابیر کے طور پر آئندہ کے لئے کچھ بچا کر رکھنا توکل کے خلاف نہیں بلکہ حکومت کرنے والوں کی ذمہ داری ہے کہ اناج اور دیگر ضروریات کے حوالے سے ملکی ذخائر کا جائزہ لیتے رہیں اور اس کے مطابق حکمتِ عملی ترتیب دیں بلکہ زرِ مبادلہ کے جو ذخائر جمع کر کے رکھے جاتے ہیں ان کی اصل بھی اس آیت سے نکالی جاسکتی ہے۔

اسی طرح کسی شخص کا ان لوگوں کے لئے کچھ بچا کر رکھنا جن کا نان نفقہ اس کے ذمے ہے، یہ بھی توکل کے خلاف نہیں۔ جیسا کہ امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”جہاں تک عیال دار کا تعلق ہے تو بال بچوں کے لئے ایک سال کا خرچ جمع کرنے سے توکل کی تعریف سے نہیں نکلتا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب التوحید والتوکل، الفن الثانی فی التعرّض لاسباب الادخار، ۴/۳۴۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”عیال کی کفایت (کفالت) شرع نے اس پر فرض کی، وہ ان کو توکل و تبتل و صبر علی الفاقہ پر مجبور نہیں کر سکتا، اپنی جان کو جتنا چاہے کَسے مگر اُن کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے۔ رسولُ اللہ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرماتے ہیں ''کَفٰی بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ یُضَیِّعَ مَنْ یَقُوْتُ'' آدمی کے گناہگار ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ جس کا قُوت (یعنی نفقہ) اس کے ذمہ ہے اُسے ضائع چھوڑ دے

(ابوداود، کتاب الزکاۃ، باب فی صلۃ الرحم، ۲/۱۸۴، الحدیث:۱۶۹۲)(ت)۔(فتاوی رضویہ، ۱۰/۳۲۳)

اسی مقام پر اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ذکر کردہ مزید کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور پر نور سَیِّدُ الْمُتَوَکِّلِیْن صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنے نفس کریم کے لیے کل کا کھانا بچا کر رکھنا پسند نہ فرماتے۔ ایک بار خادمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہا نے پرندے کا بچا ہوا گوشت دوسرے دن حاضر کیا تو ارشاد فرمایا ''اَلَمْ اَنْہَکِ اَنْ تَرْفَعِی شَیْئًا لِغَدٍ اِنَّ اللّٰہَ یَاْتِی بِرِزْقِ کُلِّ غَدٍ'' کیا ہم نے منع نہ فرمایا کہ کل کے لیے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا، کل کی روزی اللہ عَزَّوَجَلَّ کل دے گا۔

(مسند ابویعلی، مسند انس بن مالک، ما اسندہ نجیح ابوعلی عن انس، ۳/۴۳۳، الحدیث:۴۲۰۸)

اور اپنے اہل وعیال کے معاملے میں آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا طرزِ عمل یہ تھا کہ آپ ان کے لئے سال بھر کا غلہ جمع فرما دیتے تھے چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے کہ بنو نضیر کے اَموال اُن اموال میں سے تھے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر لوٹا دیئے تھے، مسلمانوں نے انہیں حاصل کرنے کے لئے نہ گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ، یہ اموال خاص طور پر نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے تصرف

میں تھے ،آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ان اموال سے ایک سال کا خرچ نکال لیتے اور جو مال باقی بچتا اسے جہاد کی سواریوں اور ہتھیاروں کی تیاری پر خرچ کرتے تھے۔

(مسلم، کتاب الجہاد والسیر، باب حکم الفیئ، ص ۹۶۴، الحدیث: ۴۸(۱۷۵۷))

امام محمد غزالی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ’’آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جو اپنے گھر والوں کے لئے ایک سال کا خرچ جمع کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کا دل یا آپ کے اہلِ خانہ کے دل کمزور تھے بلکہ (آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے یہ کام) امت کے کمزور لوگوں کے لئے سنت بنانے کی خاطر ایسا کیا اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس بات کی خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ جس طرح عزیمت (یعنی اصل حکم) پر عمل کیا جاتا ہے اسی طرح کمزور لوگوں کی دلجوئی کے لئے رخصت پر بھی عمل کیا جائے تاکہ ان کی کمزوری ان کو مایوسی تک نہ لے جائے اور وہ انتہائی درجہ تک پہنچنے سے عاجز ہونے کی وجہ سے آسان نیکی بھی چھوڑ دیں۔

(احیاء علوم الدین، کتاب التوحید والتوکل، الفن الثانی فی التعرّض لاسباب الادخار، ۴/۳۴۴-۳۴۳)

قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ٝ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ(51)

ترجمہ: بادشاہ نے کہا: اے عورتو! تمہارا کیا حال تھا جب تم نے یوسف کا دل

لبھانا چاہا۔ انہوں نے کہا: سُبْحَانَ الله ! ہم نے ان میں کوئی برائی نہیں پائی۔
عزیز کی عورت نے کہا: اب اصل بات کھل گئی۔ میں نے ہی ان کا دل لبھانا
چاہا تھا اور بیشک وہ سچے ہیں۔

حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے:

یاد رہے کہ اس آیت میں حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کی توبہ کا اعلان اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کیونکہ انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف کرلیا اور قصور کا اقرار توبہ ہے لہٰذا اب حضرت زلیخا رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کو برے لفظوں سے یاد کرنا حرام ہے کیونکہ وہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی صحابیہ اور ان کی مقدس بیوی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے قصوروں کا ذکر فرما کر ان پر غضب ظاہر نہ فرمایا کیونکہ وہ توبہ کرچکی تھیں اور توبہ کرنے والا گنہگار بالکل بے گناہ کی طرح ہوتا ہے۔

قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰى خَزَآىٕنِ الْاَرْضِۚ-اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ(55)

ترجمہ: یوسف نے فرمایا: مجھے زمین کے خزانوں پر مقرر کردو، بیشک میں
حفاظت والا، علم والا ہوں۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا: اپنی سلطنت کے تمام خزانے میرے سپرد کردے، بے شک میں خزانے کی حفاظت کرنے والا اور ان کے مَصارف کو جاننے والا ہوں۔ بادشاہ نے کہا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے زیادہ اس کا

مستحق اور کون ہوسکتا ہے ؟ چنانچہ بادشاہ نے حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے اس مطالبے کو منظور کرلیا۔

عہدہ (Rank) اور امارت کا مطالبہ (Demand) کب جائز ہے ؟

یاد رہے کہ احادیث میں مذکور مسائل میں جو امارت یعنی حکومت یا بڑا عہدہ طلب کرنے کی ممانعت آئی ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ جب ملک میں اہلیت رکھنے والے موجود ہوں اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام نافذ کرنا کسی ایک شخص کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس وقت امارت طلب کرنا مکروہ ہے لیکن جب ایک ہی شخص اہلیت رکھتا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کے احکام نافذ کرنے کے لئے امارت طلب کرنا جائز بلکہ اسے تاکید ہے ۔ حضرت یوسف عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کا یہی حال تھا کہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام رسول تھے، اُمت کی ضروریات سے واقف تھے، یہ جانتے تھے کہ شدید قحط ہونے والا ہے جس میں مخلوق کو راحت اور آسائش پہنچانے کی یہی صورت ہے کہ عنانِ حکومت کو آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اپنے ہاتھ میں لیں اس لئے آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے امارت طلب فرمائی۔

امارت سے متعلق چند اَہم شرعی مسائل:

یہاں امارت سے متعلق 3 اَہم مسائل یاد رکھئے:

(1)...عدل قائم کرنے کی نیت سے ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے قبول کرنا

جائز ہے۔

(2)...اگر دین کے احکام کو جاری کرنا کافر یا فاسق بادشاہ کی طرف سے عہدہ لئے بغیر نہ ہوسکے گا تو اس میں اس سے مدد لینا جائز ہے۔

اپنی خوبیوں کو بیان کرنے کا شرعی حکم

(3)...فخر اور تکبر کے لئے-اپنی خوبیوں کو بیان کرنا ناجائز ہے لیکن دوسروں کو نفع پہنچانے یا مخلوق کے حقوق کی حفاظت کرنے کے لئے اگر اپنی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت پیش آئے تو ممنوع نہیں اسی لئے حضرت یوسف عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے بادشاہ سے فرمایا کہ میں حفاظت و علم والا ہوں۔

(خازن، یوسف، تحت الآیۃ:۵۵، ۳/۲۷، مدارک، یوسف، تحت الآیۃ:۵۵، ص۵۳۵، ملتقطاً)

عہدہ قبول نہ کرنے میں عافیت کی صورت:

یاد رہے کہ عدل قائم کرنے کی نیت سے ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدے کو قبول کرنا جائز ہے اور اگر عہدہ ملنے کے باوجود عدل قائم کر سکنا ممکن نہ ہو تو ظالم بادشاہ کی طرف سے عہدہ قبول نہ کرنے میں ہی عافیت ہے اور یہی ہمارے بزرگانِ دین کا طرزِ عمل رہا ہے، چنانچہ حضرت ربیع بن عاصم رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْهِ فرماتے ہیں "یزید بن عمر امام اعظم ابو حنیفہ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو بیتُ المال کا نگران مقرر کرنا چاہتا تھا، آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ نے اس سے انکار کر دیا تو اس نے آپ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ کو بیس کوڑے

مارے۔‘‘اسی طرح آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی امانت داری کی وجہ سے بادشاہ نے اپنے خزانے کی چابیاں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے حوالے کرنے کا ارادہ کیا اور دھمکی دی کہ اگر انکار کیا تو وہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کی پیٹھ پر کوڑے برسائے گا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے اللہ تعالیٰ کے عذاب پر بادشاہ کی سزا کو ترجیح دی (اور خزانے کی چابیاں نہ لیں) اسی طرح ایک مرتبہ امام اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو قاضی بننے کی دعوت دی گئی تو آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ’’میں اس کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا ’’اگر میں سچا ہوں تو واقعی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا اور اگر جھوٹا ہوں تو جھوٹا شخص بھی قاضی بننے کا اہل نہیں ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی فی العلم المحمود والمذموم۔۔۔ الخ، ۱/۴۹-۴۸)

وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ(62)

ترجمہ: اور یوسف نے اپنے غلاموں سے فرمایا: ان کی رقم (بھی) ان کی بوریوں میں واپس رکھ دو تاکہ جب یہ اپنے گھر واپس لوٹ کر جائیں تو اسے پہچان لیں تاکہ یہ واپس آئیں۔

ضرورت کے وقت رشتہ داروں کی مدد کرنے کی ترغیب:

اس سے معلوم ہوا کہ جب رشتہ داروں کو کسی چیز کی حاجت اور ضرورت ہو تو اس

میں ان کی مدد کرنی چاہیے، قرآنِ مجید اور احادیثِ مبارکہ میں باقاعدہ اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے، چنانچہ رشتہ داروں کو دینے سے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَ یَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْیِۚ-یَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (نحل:۹۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "جو دینار تو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے اور جو دینار تو (غلام کی) گردن آزاد کرنے میں خرچ کرے اور جو دینار تو کسی مسکین پر صدقہ کرے اور جو دینار تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے ان سب میں زیادہ ثواب اس کا ہے جو تو اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔

(مسلم، کتاب الزکاۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال والمملوک۔۔۔ الخ، ص۴۹۹، الحدیث: ۳۹(۹۹۵))

حضرت سلمان بن عامر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "عام مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور وہی صدقہ اپنے رشتہ دار پر کرنا دو صدقے ہیں ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی۔

(ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الصدقۃ علی ذی القرابۃ، ۲/۱۴۲، الحدیث:۶۵۸)

حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اے اُمتِ محمد! قسم ہے اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا، اللہ تعالیٰ اس شخص کے صدقہ کو قبول نہیں فرماتا، جس کے رشتہ دار اس کے سلوک کرنے کے محتاج ہوں اور یہ غیروں کو دے، قسم ہے اُس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر نہ فرمائے گا۔

(معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ مقدام، ۶/۲۹۶، الحدیث:۸۸۲۸)

اللہ تعالیٰ ہمیں ضرورت مند رشتہ داروں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

رشتہ داروں (Relatives) کی مدد کرنے کا بہترین طریقہ:

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی رشتہ دار کی مالی یا کوئی اور مدد کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس انداز میں اس تک رقم یا کوئی اور چیز پہنچائی جائے جس میں اسے لیتے ہوئے شرم بھی محسوس نہ ہو اور اس کی غیرت و خودداری پر بھی کوئی حرف نہ آئے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”سات شخص ہیں، جن پر اللہ تعالیٰ اس دن سایہ کرے گا جس دن اُس کے (عرش کے) سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ (ان میں سے ایک) وہ شخص ہے جس

نے کچھ صدقہ کیا اور اسے اتنا چھپایا کہ بائیں کو بھی خبر نہ ہوئی کہ دائیں نے کیا خرچ کیا۔

(بخاری، کتاب الاذان، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ۔۔۔ الخ، ۲۳۶/۱، الحدیث: ۶۶۰)

قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَیْهِمْ مَّا ذَا تَفْقِدُوْنَ(71) قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ(72)

ترجمہ: انہوں نے پکارنے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کیا چیز تمہیں نہیں مل رہی؟ ندا کرنے والوں نے کہا: ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں مل رہا اور جو اُسے لائے گا اس کے لیے ایک اونٹ کا بوجھ (انعام) ہے اور میں اس کا ضامن ہوں۔

کفالت (Being Responsible) جائز ہے:

اس آیت سے ثابت ہوا کہ کفالت جائز ہے، حدیث پاک سے بھی اس کا جواز ثابت ہے، جیسا کہ حضرت ابوامامہ باہلی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”کفیل بننے والا قرضدار ہے۔

(ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء انّ العاریۃ مؤدّاۃ، ۳۴/۳، الحدیث: ۱۲۶۹)

نیز اس کے جائز ہونے پر اِجماع بھی منعقد ہے۔

کفالت کا معنی:

شریعت کی اصطلاح میں کفالت کے معنی یہ ہیں کہ ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے

کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضَم کردے (یعنی مطالبہ ایک شخص کے ذمہ تھا اور دوسرے نے بھی مطالبہ اپنے ذمہ لے لیا۔)

(ردّالمحتار مع الدرّالمختار، کتاب الکفالۃ، ۷/۵۸۹)

مشورہ: کفالت کے مسائل کی تفصیلی معلومات کیلئے بہار شریعت حصہ 12 سے "کفالت کا بیان" کا مطالعہ کیجئے۔

ضمانت (Guarantee) دینے کا جواز و ترغیب:

ہمیں بھی چاہئے کہ اگر کوئی مسلمان بھائی قرض یا کسی اور مصیبت میں گرفتار ہو تو ممکنہ بہتر صورت میں اس کی ضمانت دے کر اس کی مصیبت دور کرنے کی کوشش کریں اس سلسلے میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کی سیرت سے ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ایک شخص کو لایا گیا تاکہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں تو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "تم خود اس کی نماز جنازہ پڑھ لو کیونکہ اس پر قرض ہے۔ حضرت ابو قتادہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے عرض کی: وہ قرض (ادا کرنا) میرے ذمے ہے۔ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ان سے دریافت فرمایا "تم وہ قرض ادا کرو گے؟ انہوں نے عرض کی: میں وہ قرض پورا ادا کروں گا، تب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس شخص کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ (ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی المدیون، ۲/۳۳۶، الحدیث: ۱۰۷۱)

فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِؕ-
كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَؕ-مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ
اللّٰهُؕ-نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُؕ-وَ فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ(76)

ترجمہ: تو حضرت یوسف نے اپنے بھائی کے سامان کی تلاشی لینے سے پہلے دوسروں کی تلاشی لینا شروع کی پھر اس پیالے کو اپنے بھائی کے سامان سے نکال لیا۔ ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی تھی۔ بادشاہی قانون میں اس کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں درجوں بلند کردیتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔

شرعی حیلے درست ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی حیلے درست ہیں کیونکہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بنیامین کو روکنے کا ایک حیلہ ہی اختیار فرمایا اور یہ بالکل جائز حیلہ تھا کسی پر ظلم نہ تھا۔

{كَذٰلِكَ: اسی طرح۔} یعنی اپنے بھائی کو لینے کی ہم نے حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو یہی تدبیر بتائی تھی کہ اس معاملہ میں بھائیوں سے اِستفسار کریں تاکہ وہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کا حکم بتائیں جس سے بھائی مل سکے۔ بادشاہی قانون میں حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کیلئے درست نہیں تھا کہ اپنے

بھائی کو لے لیں کیونکہ بادشاہِ مصر کے قانون میں چوری کی سزا مارنا اور دگنا مال لے لینا مقرر تھی۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی مَشِیَّت سے ہوئی کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور بھائیوں کے دل میں ڈال دیا کہ وہ اپنی سنت اور طریقے کے مطابق جواب دیں۔

(خازن، یوسف، تحت الآیۃ:۷۶، ۳/۳۵)

{وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ: اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے۔} اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائی علماء تھے اور حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ان سے زیادہ علم والے تھے۔ (خازن، یوسف، تحت الآیۃ: ۷۶، ۳/۳۶) خیال رہے کہ حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اس حیلہ میں نہ تو جھوٹ بولا کیونکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے خادم نے کہا تھا کہ تم چور ہو اور خادم بے خبر تھا، نہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے بھائی پر چوری کا بہتان لگایا، بلکہ جو کچھ کیا گیا خود بنیامین کے مشورہ سے کیا گیا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور فرمایا ”كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ“ یہ تدبیر یوسف کو ہم نے سکھائی۔

ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے:

یاد رہے کہ مخلوق میں ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہونے کے سلسلے کی اِنتہا تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ہے اور ان سے بے انتہا زیادہ خالق و مالک کا علم ہے، جیسا کہ

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں کہ ہر عالِم کے اُوپر اس سے زیادہ علم رکھنے والا عالم ہوتا ہے یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔ (خازن، یوسف، تحت الآیۃ:۷۶، ۳/۳۶)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”علم کے مدارج بے حد متفاوت، ”وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ“ عالَمِ امکان میں نہایتِ نہایات حضور سید الکائنات عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَالتَّحِیَّات۔ (فتاوی رضویہ، ۲۲/ ۶۱۹) یعنی لوگوں کے علم کے درجات میں بے حد فرق ہے کیونکہ ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے اور اس کائنات میں سب کے علم کی انتہا کائنات کے سردار صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ہے۔

غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا:

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں ”بلاشبہ غیرِ خدا کا علم معلوماتِ الٰہیہ کو حاوی نہیں ہو سکتا، مساوی درکنار تمام اولین و آخرین و انبیاء و مرسلین و ملائکہ و مقربین سب کے علوم مل کر علومِ الٰہیہ سے وہ نسبت نہیں رکھ سکتے جو کروڑہا کروڑ سمندروں سے ایک ذرا سی بوند کے کروڑویں حصے کو، کہ وہ تمام سمندر اور یہ بوند کا کروڑواں حصہ دونوں متناہی ہیں، اور متناہی کو متناہی سے نسبت ضرور ہے بخلاف علومِ الٰہیہ کہ (وہ) غیر متناہی در غیر متناہی در غیر متناہی ہیں۔ اور مخلوق کے علوم اگرچہ عرش و فرش، شرق و غرب و

جملہ کائنات از روزِ اول تا روزِ آخر کو محیط ہوجائیں آخر متناہی ہیں کہ عرش و فرش دو حدیں ہیں، روزِ اول و روزِ آخر دو حدیں ہیں اور جو کچھ دو حدوں کے اندر ہو سب متناہی ہے۔ (فتاوی رضویہ، رسالہ: خالص الاعتقاد، ۴۵۰/۲۹)

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ-یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘-وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ(92)

ترجمہ: فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

حضرت یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بھائیوں کے بارے میں ناشائستہ کلمات کہنے کا شرعی حکم:

آج کل لوگ باہمی دھوکہ دہی میں مثال کیلئے برادرانِ یوسف کا لفظ بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں اس سے اِحتراز کرنا چاہیے۔ برادرانِ یوسف کا ادب و احترام کرنے کا حکم ہے اور ان کی توہین سخت ممنوع و ناجائز ہے چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "ان کی نسبت کلماتِ ناشائستہ لانا بہرحال حرام ہے، ایک قول ان کی نبوت کا ہے ۔۔۔اور ظاہرِ قرآنِ عظیم سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے: قَالَ تَعَالٰی:

قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ

یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰى وَ عِیْسٰى وَ مَاۤ اُوْتِیَ النَّبِیُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْۚ-لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ٘ۖ-وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ(بقرہ:۱۳۶)

(اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے) تم کہو: ہم اللہ پر اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لائے اور اس پر جو ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد کی طرف نازل کیا گیا اور موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو باقی انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا کیا گیا۔ ہم ایمان لانے میں ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں۔ (ت)

اَسباط یہی اَبنائے یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں، اس تقدیر پر تو ان کی توہین کفر ہوگی ورنہ اس قدر میں شک نہیں کہ وہ اولیائے کرام سے ہیں اور جو کچھ ان سے واقع ہوا اپنے باپ کے ساتھ محبتِ شدیدہ کی غیرت سے تھا پھر وہ بھی ربُّ العزت نے معاف کردیا۔ اور یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے خود عفو فرمایا

قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَؕ-یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ٘-وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

فرمایا: آج تم پر کوئی ملامت نہیں ، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔ (ت)

اور یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا

سَوۡفَ اَسۡتَغۡفِرُ لَكُمۡ رَبِّىۡ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ

عنقریب میں تمہارے لئے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا، بیشک وہی بخشنے والا، مہربان ہے۔ (ت)

بہر حال ان کی توہین سخت حرام ہے اور باعثِ غضبِ ذوالجلال والاِکرام ہے، رب عَزَّوَجَلَّ نے کوئی کلمہ ان کی مذمت کا نہ فرمایا دوسرے کو کیا حق ہے، مناسب ہے کہ توہین کرنے والا تجدیدِ اسلام و تجدیدِ نکاح کرے کہ جب اِن کی نبوت میں اختلاف ہے اُس کے کفر میں اختلاف ہو گا اور کفر اختلافی کا یہی حکم ہے۔

(فتاوی رضویہ، کتاب السیر، ۱۵/۱۶۵-۱۶۴)

اِذۡهَبُوۡا بِقَمِيۡصِىۡ هٰذَا فَاَلۡقُوۡهُ عَلٰى وَجۡهِ اَبِىۡ يَاۡتِ بَصِيۡرًا ۚ وَاۡتُوۡنِىۡ بِاَهۡلِكُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ (93)

ترجمہ: میرا یہ کرتا لے جاؤ اور اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دینا وہ دیکھنے والے ہو جائیں گے اور اپنے سب گھر بھر کو میرے پاس لے آؤ۔

بزرگوں کے تبرکات بھی دافعِ بلا، مشکل کشا ہوتے ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات اور ان کے مبارک جسموں سے چھوئی ہوئی چیزیں بیماریوں کی شفا، دافع بلا اور مشکل کشا ہوتی ہیں۔ قرآن و حدیث اور صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھم کی مبارک زندگی کا مطالعہ کریں تو ایسے واقعات بکثر

ت مل جائیں گے جن میں بزرگانِ دین کے مبارک جسموں سے مَس ہونے والی چیزوں میں شفا کا بیان ہو۔ سرِ دست 2 واقعات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں۔

(1)... حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہافرماتی ہیں ”میں نے حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو دیکھا کہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے قربانی کے دن بطنِ وادی کی جانب سے جمرہ عقبہ کی رَمی فرمائی، جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رمی سے فارغ ہو کر واپس تشریف لائے تو خَثْعَمْ قبیلے کی ایک خاتون گود میں بچہ اٹھائے ہوئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی اور عرض کیا ”یا رسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، میرے گھرانے میں ایک ہی بچہ باقی رہ گیا ہے اور اس پر بھی کچھ اثر ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ یہ سن کر حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”تھوڑا سا پانی لاؤ۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے پانی پیش کر دیا، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس پانی سے دونوں ہاتھوں کو دھویا، منہ میں پانی لے کر کلی کی اور اس عورت سے فرمایا ”یہ پانی اس بچے کو پلا دیا کرو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے اس کے لئے شفا طلب کرو۔ حضرت اُمِّ جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہافرماتی ہیں ”میں نے اس عورت سے ملاقات کی اور اس سے کہا ”تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے دو۔ اس عورت نے جواب دیا ”یہ پانی بچے کی صحت کے لئے ہے اس لئے میں نہیں دے سکتی۔ حضرت ام جندب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہافرماتی ہیں ”دوسرے سال جب اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے بچے کا حال پوچھا۔ اس نے جواب دیا ”وہ

بچہ بہت تندرست، ذہین اور عقل مند ہو گیا ہے۔

(ابن ماجہ، کتاب الطب، باب النشرۃ، ۴/۱۲۹، الحدیث: ۳۵۳۲)

(2)...اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا کے پاس حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے چند موئے مبارک تھے جنہیں آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہا نے چاندی کی ایک ڈبیہ میں رکھا ہوا تھا۔ لوگ جب بیمار ہوتے تو وہ ان گیسوؤں سے برکت حاصل کرتے اور ان کی برکت سے شفا طلب کرتے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گیسوؤں کو پانی کے پیالے میں رکھ کر وہ پانی پی جاتے تو انہیں شفا مل جایا کرتی۔

(عمدۃ القاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب، ۱۵/۹۴، تحت الحدیث: ۵۸۹۶)

سورۃ اَلرَّعۡد

اَللّٰهُ یَعۡلَمُ مَا تَحۡمِلُ كُلُّ اُنۡثٰى وَ مَا تَغِیۡضُ الۡاَرۡحَامُ وَ مَا تَزۡدَادُؕ-وَ كُلُّ شَیۡءٍ عِنۡدَهٗ بِمِقۡدَارٍ(8)عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَ الشَّهَادَةِ الۡكَبِیۡرُ الۡمُتَعَالِ(9)

ترجمہ: اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ کے پیٹ میں ہے اور جو پیٹ کم اور زیادہ ہوتے ہیں اور ہر چیز اس کے پاس ایک اندازے سے ہے۔ وہ ہر غیب اور ظاہر کو جاننے والا، سب سے بڑا، بلند شان والا ہے۔

کیا جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے رحم میں بچے کے بارے میں جاننا قرآن کے خلاف ہے؟

اس کے بارے میں جاننے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحۡمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيۡهِ کی یہ تحریر انتہائی مفید ہے، چنانچہ ماؤں کے رحم سے متعلق چند آیات ذکر کرنے کے بعد آپ رَحۡمَةُاللهِ تَعَالٰی عَلَيۡهِ فرماتے ہیں ”آیاتِ کریمہ میں مولیٰ سُبۡحٰنَهٗ وَتَعَالٰی اپنے بے پایاں علوم کے بے شمار اقسام سے ایک سہل قسم کا بہت اجمالی ذکر فرماتا ہے کہ ہر مادہ کے پیٹ میں جو کچھ ہے سب کا سارا حال (جیسے) پیٹ رہتے وقت اور اس سے پہلے اور پیدا ہوتے اور پیٹ میں رہتے اور جو کچھ اس پر گزرا اور گزرنے والا ہے، جتنی عمر پائے گا، جو کچھ کام کرے گا، جب تک پیٹ میں رہے گا، اس کا اندرونی بیرونی ایک ایک عضو، ایک ایک پرزہ جو صورت دیا گیا، جو دیا جائے گا، ہر ہر رونگٹا جو مقدار،

مساحت ،وزن پائے گا، بچے کی لاغری، فربہی، غذا، حرکتِ خفیفہ زائدہ، انبساط، انقباض اور زیادت وقلتِ خون، طمث و حصولِ فضلات وہوا و رطوبات وغیرہا کے باعث آن آن پر پیٹ جو سمٹتے پھیلتے ہیں ،غرض ذرہ ذرہ سب اسے معلوم ہے، ان میں کہیں نہ تخصیص ذکورت وانوثت کاذکر، نہ مطلق علم کی نفی و حصر،تو یہ مہمل ومختل اعتراض پادر ہوا کہ بعض پادریانِ پادر بند ہوا کی تازہ گھڑت ہے۔اس کا اصل منشا معنی آیات میں بے فہمی محض یا حسبِ عادت دیدہ ودانستہ کلامِ الٰہی پر افترا و تہمت ہے۔ قرآنِ عظیم نے کس جگہ فرمایا ہے کہ کوئی کبھی کسی مادہ کے حمل کو کسی طرح تدبیر سے اتنا معلوم نہیں کر سکتا کہ نر ہے یا مادہ، اگر کہیں ایسا فرمایا ہو تو نشان دو، اور جب یہ نہیں تو بعض وقت بعض اناث کے بعض حمل کا بعض حال بعض تدابیر سے بعض اشخاص نے بعد جہل طویل وعجز مدید بعض آلات بیجان کا فقیر و محتاج ہو کر اس فانی وزائل و بے حقیقت نام کے ایک ذرہ علم وقدرت سے (کہ وہ بھی اسی بارگاہ علیم وقدیر سے حصہ رسد چندروز سے چندروز کے لئے پائے اوراب بھی اسی کے قبضہ واقتدار میں ہیں کہ بے اس کے کچھ کام نہ دیں)اگر صحرا سے ذرہ سمندر سے قطرہ معلوم کرلیا تو یہ آیاتِ کریمہ کے کس حرف کا خلاف ہوا؟

وہ خود فرماتا ہے:

’’یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْۚ-وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا

بِمَا شَآءَ ‘‘ (بقرہ:۲۵۵)

اللہ جانتا ہے جو ان کے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے اور وہ نہیں پاتے اس کے علم سے کسی چیز کو مگر جتنی وہ چاہے۔

تمام جہان میں روزِ اول سے ابد الآباد تک جس نے جو کچھ جانا یا جانے گا سب اسی اِلَّا بِمَا شَآءَ کے استثناء میں داخل ہے جس کے لاکھوں کروڑوں سر بفلک کشیدہ پہاڑوں سے ایک نہایت قلیل و ذلیل و بے مقدار ذرہ یہ آلہ بھی ہے، ایسا ہی اعتراض کرنا ہو تو بے گنتی گزشتہ و آئندہ باتوں کا جو علم ہم کو ہے اسی سے کیوں نہ اعتراض کرے جو صیغہ ’’یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ‘‘ میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے بعینہٖ وہی صیغہ ’’یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ‘‘ میں ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ گزرا اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے۔ جب ان بے شمار علوم تاریخی و آسمانی ملنے میں کسی عاقل منصف کے نزدیک اس آیت کا کچھ خلاف نہ ہوا، نہ تیرہ سو برس سے آج تک کسی پادری صاحب کو ان علوم کے باعث اس آیۂ کریمہ پر لب کشائی کا جنون اچھلا تو اب ایک ذراسی آلیا نکال کر اس آیت کا کیا بگاڑ متصور ہو سکتا ہے، ہاں عقل نہ ہو تو بندہ مجبور ہے یا انصاف نہ ملے تو انکھیارا بھی کور ہے ۔ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۶/ ۴۰۷-۴۰۷)

نوٹ: علومِ ارحام سے تعلق رکھنے والی آیات سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے

لئے فتاویٰ رضویہ کی 26ویں جلد میں موجود رسالہ ’’اَلصَّمْصَام عَلٰی مُشَكِّكٍ فِیْ اٰیَةِ عُلُوْمِ الْاَرْحَام‘‘ (علوم ارحام سے متعلق آیات کی تفسیر) کا مطالعہ فرمائیں۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ یَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْؕ-وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗۚ-وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ(11)

ترجمہ: آدمی کے لیے اس کے آگے اور اس کے پیچھے بدل بدل کر باری باری آنے والے فرشتے ہیں جو اللہ کے حکم سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے کوئی پھیرنے والا نہیں اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نیک بندے بھی حفاظت کرتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جسے اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے کی قدرت عطا فرمائے وہ بھی حفاظت کر سکتے ہیں اور کرتے بھی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے حفاظت کرنے کی قدرت رکھنے کے باوجود کسی کو جو اَذِیَّت یا تکلیف پہنچ جاتی ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کا پہنچنا اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہوتا ہے اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہو اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اس کے خلاف نہیں کرتے، لٰہذا اللہ تعالیٰ کے نیک

بندوں کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے بلاؤں اور آفتوں سے حفاظت کرنے والا ماننا اور ان سے حفاظت کی اِلتجا کرنا درست ہے اور اگر التجا کے باوجود حفاظت نہ ہو تو ان کے خلاف زبانِ طعن دراز کرنا غلط و باطل ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ کیا خوب فرماتے ہیں

تم ہو حفیظ و مغیث کیا ہے وہ دشمن خبیث
تم ہو تو پھر خوف کیا تم پہ کروڑوں درود

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةًؕ-وَ مَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِؕ-لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ(38)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے اور ان کے لیے بیویاں اور بچے بنائے اور کسی رسول کا کام نہیں کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لے آئے۔ ہر وعدے کیلئے ایک لکھی ہوئی (مدت) ہے۔

اس آیت میں کفار کی طرف سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت پر کیے گئے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں۔

کیا رسول کا فرشتوں میں سے ہونا ضروری ہے؟

پہلا اعتراض: اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف جو بھی رسول بھیجے تو اس کا فرشتوں میں سے ہونا ضروری ہے۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے جتنے بھی

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے ہیں سب انسان ہی تھے نہ کہ فرشتے، جب گزشتہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے انسان ہونے کی وجہ سے ان کی نبوت پر کوئی اعتراض نہیں تو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انسان ہونے کی وجہ سے ان کی نبوت پر اعتراض کیوں ہے۔

اگر رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے (ایک اعتراض)

دوسرا اعتراض: اگر یہ اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہوتے تو کثیر عورتوں سے نکاح نہ کرتے بلکہ عورتوں سے اِعراض کر کے زُہد کی حالت میں زندگی گزارتے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا کہ رسولُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے جتنے انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گزرے ہیں ان میں سے اکثر کی کثیر بیویاں اور اولاد تھی۔ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی 300 بیویاں اور 700 باندیاں تھیں۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی 100 بیویاں تھیں۔ جب بیویوں کی اتنی کثیر تعداد کے باوجود ان کی نبوت میں کوئی فرق نہیں پڑا تو حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی چند اَزواجِ مُطہرات رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُنَّ کی وجہ سے ان کی نبوت میں کیسے فرق آسکتا ہے۔

تیسرا اعتراض: اگر یہ اللّٰہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو پھر ہم ان سے جو معجزہ بھی طلب کریں تو وہ انہیں دکھانا چاہئے تھا، لہٰذا جب معاملہ اس کے برخلاف نظر آیا تو ہم نے جان لیا کہ یہ اللّٰہ تعالیٰ کے رسول نہیں۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ دلیل دینے اور عذر

زائل کرنے کے لئے ایک معجزہ دکھا دیناہی کافی ہے، ایک یا ایک سے زیادہ معجزات دکھانا اللہ تعالٰی کی مَشِیَّت پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے تو زیادہ معجزات ظاہر فرما دے اور چاہے تو ظاہر نہ فرمائے لہٰذا اس پر کسی کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں۔

چوتھا اعتراض: حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کفار کو اس بات سے ڈرایا تھا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے کفار پر عذاب نازل ہو گا اور مسلمانوں کی مدد کی جائے گی، لیکن جب وہ عذاب مُوخر ہوا اور اس کی کوئی نشانی کفار کو نظر نہ آئی تو نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت میں طعن کرتے ہوئے کہنے لگے کہ اگر یہ سچے نبی ہوتے تو ان کا جھوٹ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ کفار پر عذاب نازل ہونا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کے لئے فتح و نصرت کا ظاہر ہونا اللہ تعالٰی نے مُعَیَّن اوقات کے ساتھ خاص فرما دیا ہے اور ہر نئے ہونے والے کام کا ایک وقت معین ہے لہٰذا مخصوص وقت آنے سے پہلے وہ نیا کام ظاہر نہ ہو گا۔ جب اصل بات یہ ہے تو وعیدوں کے مؤخر ہونے کی وجہ سے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کِذب کیسے ثابت ہو سکتا ہے؟

(تفسیر کبیر، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۸، ۷/۵۰-۴۹، صاوی، الرعد، تحت الآیۃ: ۳۸، ۳/۱۰۱۰-۱۰۰۹، ملتقطاً)

سورۃ اِبراھیم

الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًاؕ-اُولٰٓىٕكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ(3)

ترجمہ: جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں ٹیڑھا پن تلاش کرتے ہیں وہ دور کی گمراہی میں ہیں۔

علم کا لبادہ اوڑھ کر حق مذہب سے بھٹکانے والے متوجہ ہوں:

اس سے معلوم ہوا کہ جو آخرت کی بجائے دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں وہ عملی طور پر گمراہ ہیں اور جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے اور دین سے روکتے ہیں وہ گمراہ کرنے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا فرماتے ہیں ”جو شخص بھی دنیا کی زیب و زینت اور اس کی رنگینیوں کو آخرت کی نعمتوں پر ترجیح دے اور آخرت کی بجائے دنیا میں ہی رہنے کو پسند کرے اور حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لائے ہوئے دین سے لوگوں کو روکے تو وہ اس آیت کے عموم میں داخل ہے، وہ خود گمراہ اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے۔ (قرطبی، ابراہیم، تحت الآیۃ:۵، ۳/۲۳۹، الجزء التاسع)

اس آیت سے ان لوگوں کو عبرت پکڑنی چاہیے جو علم کا لبادہ اوڑھ کر لوگوں کو مذہبِ حق سے دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں اور دین میں نئے نئے مذہب

نکال کر امت کی وحدت کا شیرازہ بکھیرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ حضرت زیاد بن حُدَیر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”تم جانتے ہو کہ اسلام کو کیا چیز تباہ کرے گی؟ میں نے کہا: نہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ”اسلام کو عالِم کی لغزش، منافق کا قرآن میں جھگڑنا اور گمراہ کن سرداروں کی حکومت تباہ کرے گی۔ (سنن دارمی، باب فی کراہیۃ اخذ الرأی، ۱/۸۲، الحدیث: ۲۱۴)

حضرت ابو درداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف قوم کے ان پیشواؤں اور سربراہوں سے ہے جو گمراہ کرنے والے ہیں۔

(جامع صغیر، حرف الھمزۃ، ص ۱۳۳، الحدیث: ۲۱۹۰)

علامہ عبد الرؤف مناوی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نقل کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امت کی اصلاح پر بہت حریص اور امت کی مستقل بھلائی کی رغبت رکھتے تھے اس لئے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امت پر قوم کے گمراہ کن سرداروں کی وجہ سے فکر مند رہتے تھے ۔قوم کے پیشواؤں اور سربراہوں کی گمراہی نظام کو خراب کر دیتی ہے کیونکہ یہ لوگ قوم کے قائدین ہوتے ہیں اور جب یہ گمراہ ہوں گے تو قوم بھی گمراہی میں مبتلا ہو گی، اسی طرح جب علماء میں بھی گمراہیاں ہوں گی تو عوام کا ایک بہت بڑا حصہ گمراہی کا شکار ہو جائے گا۔ (فیض القدیر، حرف الھمزۃ، ۲/۵۳۱، تحت الحدیث: ۲۱۹۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ لکھتے ہیں "ائمۂ دین فرماتے ہیں "اے گروہِ علماء! اگر تم مستحبات چھوڑ کر مباحات کی طرف جھکو گے تو عوام مکروہات پر گریں گے، اگر تم مکروہ کرو گے تو عوام حرام میں پڑیں گے، اگر تم حرام کے مرتکب ہو گے تو عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔ یہ لکھنے کے بعد فرماتے ہیں "بھائیو! لِلّٰہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہیں کرنا چاہتے تو اُمتِ مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر رحم کرو۔ چرواہے کہلاتے ہو، بھیڑیئے نہ بنو۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۴/۱۳۳-۱۳۲، ملخصًا)

وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ(45)

ترجمہ: اور تم ان کے گھروں میں رہے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تمہارے لئے بالکل واضح ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کیں۔

شرعی قیاس کا ثبوت:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیاسِ شرعی حق ہے کیونکہ آیت کا مَنشا یہ ہے کہ وہ لوگ کفر کی وجہ سے ہلاک ہوئے اور کفر تو تم بھی کر رہے ہو، لہٰذا تم بھی ہلاک ہونے کے لائق ہو، علت کے اِشتراک سے حکم مشترک ہوتا ہے اور اسی کو فقہ میں قیاس کہتے ہیں۔

سورۃ اَلْحِجْر

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ(29)

ترجمہ: توجب میں اسے ٹھیک کرلوں اور میں اپنی طرف کی خاص معزز روح اس میں پھونک دوں تو اس کے لیے سجدے میں گر جانا۔

سجدہ تعظیمی کا شرعی حکم اور اس کو جائز ثابت کرنے والوں کا رد:

یاد رہے کہ یہ آیت اور اس سے اگلی آیت اس امت کے لوگوں کے لئے سجدہ تعظیمی کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی، چنانچہ جو لوگ سجدہ تعظیمی کو حضرت آدم اور حضرت یوسف عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت کا حکم بتا کر اس کا جائز ہونا ثابت کرتے ہیں، ان کا رد کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”سرے سے اس کا آدم یا یوسف یا کسی نبی عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی شریعت ہونے ہی کا ثبوت دے، اور ہرگز نہ دے سکے گا، آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی آفرینش سے پہلے رب عَزَّوَجَلَّ نے یہ حکم ملائکہ کو دیا تھا: ”فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ“ ”جب میں اسے ٹھیک بنالوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونک دوں اس وقت تم اس کے لیے سجدہ میں گرنا۔“

تو اس وقت نہ کوئی نبی تشریف لایا تھا نہ کوئی شریعت اتری۔ ملائکہ و بشر کے احکام

جدا ہیں، جو حکم فرشتوں کو دیا گیا وہ شریعت مِنْ قَبْلِنَا نہیں۔ قصۂ یوسف عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے اتنا ثابت کہ شریعتِ یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں سجدہ تحیت کی ممانعت نہ تھی کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام فعلِ ممنوع نہیں کرتے، ممانعت نہ ہونا دونوں طرح ہوتا ہے یا تو ان کی شریعت میں اس کے جواز کا حکم ہو یہ اباحتِ شرعیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی ہے یا ان کی شریعت میں اس کا کچھ ذکر نہ آیا ہو تو جو فعل جب تک شرع منع نہ فرمائے مباح ہے، یہ اباحتِ اصلیہ ہوگی کہ حکمِ شرعی نہیں بلکہ عدمِ حکم ہے۔ اور جب دونوں صورتیں محتمل تو ہرگز ثابت نہیں کہ شریعتِ یعقوبیہ میں اس کی نسبت کوئی حکم تھا تو شریعت مِنْ قَبْلِنَا ہونا کب ثابت، بحمدہٖ تعالیٰ شبہ کا اصل معنی ہی ساقط۔

(فتاویٰ رضویہ، ۲۲/۵۲۰)

نیز مفتی احمد یار خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”فرشتوں کا یہ سجدہ آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت کا حکم نہ تھا کیونکہ ابھی آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی شریعت آئی ہی نہ تھی، نیز اَحکامِ شرعیہ انسانوں کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ فرشتوں کے لئے، نیز صرف ایک بار ہی فرشتوں نے یہ سجدہ کیا ہر دفعہ سجدہ نہ ہوا، لہٰذا اس آیت سے سجدہ تعظیمی کے جواز پر دلیل پکڑنا جائز نہیں۔ (نور العرفان، الحجر، تحت الآیۃ: ۲۹، ص ۴۲۰-۴۱۹)

نوٹ: سجدۂ تعظیمی کی حرمت سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کا فتاویٰ رضویہ کی 22ویں جلد

میں موجود تحقیقی رسالہ ''اَلزُّبْدَۃُ الزَّکِیَّۃُ فِیْ تَحْرِیْمِ سُجُوْدِ التَّحِیَّۃُ''(غیرُاللہ کیلئے سجدہ تعظیمی کے حرام ہونے کا بیان) کا مطالعہ فرمائیں، اس رسالے میں اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے قرآن کریم کی آیات، 40 احادیث، بیسیوں فقہی نصوص اور علماء واولیاء کے اجماع سے سجدہ تعظیمی حرام ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے۔

نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ(49) وَ اَنَّ عَذَابِیْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِیْمُ(50)

ترجمہ: میرے بندوں کو خبر دو کہ بیشک میں ہی بخشنے والا مہربان ہوں۔ اور بیشک میرا ہی عذاب دردناک عذاب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کرنے والے گناہ:

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ جس طرح بہت سے اسباب ایسے ہیں جن سے بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت حاصل ہوتی ہے اسی طرح بہت سے اسباب اور گناہ ایسے بھی ہیں جن سے بندہ اللہ تعالیٰ کے شدید اور دردناک عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے، ان میں سے 6 گناہ یہاں ذکر کئے جاتے ہیں

(1)...کفر کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

''فَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ٘-وَ مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ'' (اٰل عمران: ۵۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: پس جو لوگ کافر ہیں تو میں انہیں دنیا و آخرت میں سخت

عذاب دوں گا اور ان کا کوئی مدد گار نہ ہو گا۔

(2)...اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌؕ-اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ'' (زمر:۶۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قیامت کے دن تم اللہ پر جھوٹ باندھنے والوں کو دیکھو گے کہ ان کے منہ کالے ہوں گے۔ کیا متکبروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟

(3)...منافقت اختیار کرنا۔ چنانچہ منافقوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

''یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۚ-وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَؕ(۹) فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌۙ-فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًاۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ ﳔ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ'' (بقرہ:۹-۱۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری میں اور اضافہ کردیا اور ان کے لئے ان کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے دردناک عذاب ہے۔

(4)...اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کی نافرمانی کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

’’وَ كَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِیْدًاۙ-وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا(۸) فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَ كَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا(۹) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِیْدًاۙ-فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ ۚۛ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا‘‘ (طلاق: ۸-۱۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور کتنے ہی شہر تھے جنہوں نے اپنے رب کے حکم اور اس کے رسولوں سے سرکشی کی تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور انہیں برا عذاب دیا۔ تو انہوں نے اپنے کام کا وبال چکھا اور ان کے کام کا انجام گھاٹا ہوا۔ اللہ نے ان کے لیے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے تو اللہ سے ڈرو اے عقل والو جو ایمان لائے ہو۔

(5)...اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے میں تکبر کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

’’وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْؕ-اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِیْنَ‘‘ (مومن: ۶۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور تمہارے رب نے فرمایا مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا بیشک وہ جو میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں

جائیں گے۔

(6)...مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرنا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

”وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا“ (النساء:۹۳)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ جہنم ہے عرصہ دراز تک اس میں رہے گا اور اللہ نے اس پر غضب کیا اور اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ (53)

ترجمہ: انہوں نے عرض کیا: آپ نہ ڈریں، بیشک ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔

فرشتوں کا علم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتانے سے یہ معلوم تھا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا اور وہ علم والا اور نبی ہو گا۔

مقبولین بارگاہِ الٰہی کو بھی غیب کا علم ہوتا ہے

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں میں سے جسے چاہے غیب کا علم عطا فرماتا ہے۔

اولاد کو علمِ دین سکھائیے:

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عالِم بیٹا اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے۔ اس میں ہر مسلمان کے لئے نصیحت ہے کہ وہ اپنی اولاد کو دین کا علم بھی سکھائے اور اس علم کو سکھانے میں اُس سے زیادہ توجہ دے جتنی دنیا کا علم سکھانے پر توجہ دیتا ہے۔ افسوس فی زمانہ مسلمان دین کا علم حاصل کی ہوئی اولاد جیسی عظیم نعمت کی قدر اور اہمیت کی طرف توجہ نہیں دیتے اور اپنے بیٹوں میں سے جسے ہوشیار و ذہین دیکھتے ہیں اسے دنیا کی تعلیم دلواتے، اس کے لئے ماہر اساتذہ اور اونچے درجے کے سکول کا انتخاب کرتے ہیں اور دن رات دنیوی علوم و فنون میں اس کی ترقی کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اسے دلوائی گئی دینی تعلیم کا حال یہ ہوتا ہے کہ اسے ان عقائد کا علم نہیں ہوتا جن پر مسلمان کے دین و ایمان اور اُخروی نجات کا دار و مدار ہے، مسلمان کی اولاد ہونے کے باوجود اسے قرآنِ مجید تک صحیح پڑھنا نہیں آتا، فرض عبادات سے متعلق بنیادی باتیں نہیں جانتا، نماز روزے اور حج زکوٰۃ کی ادائیگی ٹھیک طرح نہیں کرپاتا اور یہی وجہ ہے کہ صرف دنیوی علوم و فنون میں مہارت رکھنے والے اکثر دینِ اسلام ہی سے بیزار اور اس کے بنیادی احکام پر طرح طرح کے اعتراضات کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ تو ہوشیار و ذہین بیٹے کے ساتھ طرزِ عمل ہے جبکہ اس کے برعکس جو بیٹا جسمانی معذوری یا ذہنی کمزوری کا شکار ہو اسے دنیا کی تعلیم دلوانے کی طرف توجہ کرنے اور

اس پر اپنا مال خرچ کرنے کو بیکار اور فضول کام سمجھتے ہیں اور اسے کسی دینی مدرسے میں داخل کروا کے اپنے سر سے بوجھ اتار دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اٰمین۔

وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِیْنَةِ یَسْتَبْشِرُوْنَ(67)قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَیْفِیْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ(68)وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ(69)

ترجمہ: اور شہر والے خوشی خوشی آئے۔ لوط نے فرمایا: یہ میرے مہمان ہیں تو تم مجھے شرمندہ نہ کرو۔ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے رسوا نہ کرو۔

مہمان کی خاطر تواضع کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ مہمان کی عزت و احترام اور خاطر تواضع کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے اگرچہ میزبان اس سے واقف بھی نہ ہو

سورۃ النَّحل

وَ تَحۡمِلُ اَثۡقَالَكُمۡ اِلٰى بَلَدٍ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا بٰلِغِيۡهِ اِلَّا بِشِقِّ الۡاَنۡفُسِؕ-اِنَّ رَبَّكُمۡ لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ(7)

ترجمہ: اور وہ جانور تمہارے بوجھ اٹھا کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم اپنی جان کو مشقت میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے، بیشک تمہارا رب نہایت مہربان رحم والا ہے۔

جانور پر سواری کرنا اور بوجھ لادنے کا شرعی حکم:

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت سے ثابت ہوا کہ جانوروں پر سواری کرنا اور ان پر سامان لادنا جائز ہے البتہ جتنی ان میں بوجھ برداشت کرنے کی قوت ہو اسی حساب سے ان پر سامان لادا جائے۔

(قرطبی، النحل، تحت الآیۃ:۷، ۵/۵۴، الجزء العاشر)

جانوروں کے حقوق (Rights of animals) اور اسلام کی عظیم تعلیمات:

کثیر احادیث میں جانوروں کے ساتھ بھی نرمی سے پیش آنے، ان کے لئے آسانی کرنے اور ان کے دانہ پانی کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”

جب تم سرسبزی کے زمانے میں سفر کرو تو زمین سے اونٹوں کو ان کا حصہ دو اور جب تم خشکی کے سال میں سفر کرو تو زمین سے جلدی گزرو (تاکہ اونٹ کمزور نہ ہو جائیں) اور جب تم رات کے وقت آرام کے لئے اترو تو راستے سے الگ اترو کیونکہ وہ جانوروں کے راستے اور رات میں کیڑے مکوڑوں کے ٹھکانے ہیں۔

(مسلم، کتاب الامارۃ، باب مراعاۃ مصلحۃ الدواب فی السیر۔۔۔ الخ، ص ۱۰۶۳، الحدیث: ۱۷۸(۱۹۲۶))

حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، فرماتے ہیں، حضور انور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا" جو مسلمان بھی کوئی درخت لگاتا ہے یا کھیت اگاتا ہے، اس سے کوئی پرندہ، انسان یا جانور کچھ کھالیں تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔

(بخاری، کتاب الحرث والمزارعۃ، باب فضل الزرع والغرس اذا اکل منہ، ۲/۸۵، الحدیث: ۲۳۲۰)

حضرت سہل بن حَنْظَلِیَّہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ایک ایسے اونٹ کے پاس سے گزرے جس کی پیٹھ پیٹ سے مل گئی تھی تو ارشاد فرمایا" ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرو، ان پر اچھی طرح سوار ہوا کرو اور انہیں اچھی طرح کھلایا کرو۔

(ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب مایؤمر بہ من القیام علی الدواب والبہائم، ۳/۳۲، الحدیث: ۲۵۴۸)

حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (جانوروں کے) چہرے پر مارنے اور چہرے کو داغنے سے منع فرمایا۔ مزید فرماتے ہیں، رسولُ اللہ

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس سے ایک گدھا گزرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جس نے اسے داغا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

(مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النہی عن ضرب الحیوان فی وجہہ ووسمہ فیہ، ص ۱۱۷۱، ۲۱۱۷ الحدیث: ۱۰۶ (۲۱۱۶)، ۱۰۷ (۲۱۱۷))

حضرت مسیب بن دارم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ”میں نے حضرت عمر بن خطاب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ کو دیکھا کہ انہوں نے ایک شتربان کو مارا اور اس سے فرمایا ”تم نے اپنے اونٹ پر اس کی طاقت سے زیادہ سامان کیوں لادا ہے؟

(الطبقات الکبری لابن سعد، تسمیۃ من نزل البصرۃ من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومن کان بعدہم۔۔۔ الخ، الطبقۃ الاولی من الفقہاء المحدثین۔۔۔ الخ، المسیب بن دارم، ۷/۹۱)

لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِۙ-وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِیْنَ یُضِلُّوْنَهُمْ بِغَیْرِ عِلْمٍؕ-اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ۠(25)

ترجمہ: اس لئے کہ قیامت کے دن اپنے پورے بوجھ اور کچھ ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ اٹھائیں جنہیں اپنی جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ سن لو! یہ کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں۔

آیت ”لِیَحْمِلُوْۤا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... ”کَامِلَۃً“ فرمانے سے معلوم ہوا کہ کافروں پر دنیا میں آنے والی مصیبتوں کی وجہ سے قیامت کے دن ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی بلکہ انہیں تمام گناہوں کی سزا ملے گی جبکہ مومنوں پر دنیا میں آنے والی مصیبتیں ان کے گناہوں کو مٹادیں گی یا ان کے درجات بلند کردیں گی۔ (صاوی، النحل، تحت الآیۃ: ۲۵، ۳/۱۰۶۲) مصیبتوں سے مومن کے گناہ مٹنے کے بارے میں حضرت بریدہ اسلمی رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”مسلمان کو جو مصیبت پہنچتی ہے حتّٰی کہ کانٹا بھی چبھے تو اس کی وجہ سے یا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کا کوئی ایسا گناہ مٹا دیتا ہے جس کا مٹانا اسی مصیبت پر مَوقوف تھا یا اسے کوئی بزرگی عطا فرماتا ہے کہ بندہ اس مصیبت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے اس تک نہ پہنچ پاتا۔

(الترغیب والترھیب، کتاب الجنائز وما یتقدّمھا، الترغیب فی الصبر سیّما لمن ابتلی فی نفسہ اوما لہ، ۴/۱۴۳، الحدیث: ۲۴)

برا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ زیادہ سخت ہے

(2)... قوم کا امیر، سردار یا رہنما جو برا طریقہ ایجاد کرے اور لوگ اس کی پیروی کریں تو اسے برا طریقہ ایجاد کرنے کا گناہ بھی ہوگا اور جو لوگ اس برے طریقے پر عمل کریں گے ان کے گناہ کے برابر ایجاد کرنے والے کو بھی گناہ ہوگا۔ اس کی مزید وضاحت درج ذیل دو اَحادیث میں ہے۔

(۱)... حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولِ کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جس شخص نے ہدایت کی دعوت دی اسے اس ہدایت کی پیروی کرنے والوں کے برابر اجر ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے اجروں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس شخص نے کسی گمراہی کی دعوت دی اسے اس گمراہی کی پیروی کرنے والوں کے برابر گناہ ہوگا اور پیروی کرنے والوں کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّۃ حسنۃ او سیّئۃ۔۔۔ الخ، ص۱۴۳۸، الحدیث: ۱۶(۲۶۷۴))

(۲)... حضرت جریر بن عبداللہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”جس نے اچھا طریقہ جاری کیا پھر اس پر عمل کیا گیا تو اس کے لئے اپنا ثواب بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر ثواب بھی ملے گا جبکہ ان کے ثوابوں میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے برا طریقہ جاری کیا، پھر وہ طریقہ اپنایا گیا تو اس کے لئے اپنا گناہ بھی ہے اور اسے عمل کرنے والوں کے برابر گناہ بھی ملے گا جبکہ ان کے گناہوں میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

(ترمذی، کتاب العلم، باب من دعا الی ہدی فاتبع۔۔۔ الخ، ۴/۳۰۷، الحدیث: ۲۶۸۴)

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَۚ-فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُؕ-فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ(36)

ترجمہ: اور بیشک ہر امت میں ہم نے ایک رسول بھیجا کہ (اے لوگو!) اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو تو ان میں کسی کو اللہ نے ہدایت دیدی اور کسی پر گمراہی ثابت ہوگئی تو تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟

آیت ''فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ'' سے حاصل ہونے والی معلومات:

اِس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں،

(1)...اولیائُ اللہ کے آستانے پر حاضری کا ثبوت:

عذابِ الٰہی اور قہرِ ربّانی کا مشاہدہ کرنا ہو تو کفار کی بستیاں دیکھی جاسکتی ہیں اور یونہی اگر رحمتِ الٰہی کا نظارہ کرنا ہو، تو اولیائُ اللہ کے آستانے دیکھے جائیں۔

(2)...کس تاریخ و جغرافیہ (History & Geography) کا علم سیکھنا چاہیے

تاریخ و جغرافیہ کا علم سیکھنا بہت مفید ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے لیکن یہ جب ہی ہے کہ تاریخ و جغرافیہ صحیح ہو اور صحیح نیت سے پڑھے۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ(43)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔

جو مسئلہ معلوم نہ ہو وہ علماءِ کرام سے پوچھا جائے:

اس آیت کے الفاظ کے عموم سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس مسئلے کا علم نہ ہو اس کے بارے میں علماء کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے (ایک شخص کی وفات کا سبب سن کر) ارشاد فرمایا "جب (رخصت کے بارے) انہیں معلوم نہ تھا تو انہوں نے پوچھا کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی بیماری کی شفاء دریافت کرنا ہے۔ (ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی المجروح یتیمّم، ۱/۱۵۴، الحدیث: ۳۳۶) اور حضرت جابر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے ہی روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "عالم کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنے علم پر خاموش رہے اور جاہل کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اپنی جہالت پر خاموش رہے۔ اللہ تعالٰی نے ارشاد فرمایا '' فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ '' (یعنی اے لوگو! اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھو۔) لہٰذا مومن کو دیکھ لینا چاہیے کہ اس کا عمل ہدایت کے مطابق ہے یا اس کے خلاف ہے۔

(در منثور، النحل، تحت الآیۃ: ۴۳، ۵/۱۳۳)

تقلید جائز ہے:

یاد رہے کہ یہ آیتِ کریمہ تقلید کے جواز بلکہ حکم پر بھی دلالت کرتی ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی کتاب '' اَلْاِکْلِیْل ''میں فرماتے ہیں "

اس آیت سے علماء نے فروعی مسائل میں عام آدمی کے لئے تقلید کے جواز پر استدلال فرمایا ہے۔ (الاکلیل، سورۃ النحل، ص ۱۶۳) بلکہ آیت فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ تقلید واجب ہونے کی صریح دلیل ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''اَهۡلَ الذِّكۡرِ'' سے مسلمان علماء نہیں بلکہ اہل کتاب کے علماء مراد ہیں لہٰذا اس آیت کا تقلید کی بحث سے کوئی تعلق نہیں، ان کا یہ کہنا نری جہالت ہے کیونکہ یہ اس قانون کے خلاف ہے کہ اعتبار لفظ کے عموم کا ہوتا ہے نہ کہ مخصوص سبب کا۔

(فتاویٰ رضویہ، ۲۱/۵۸۲)

تقلید کی تعریف (Definition):

تقلید کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول اور فعل کو یہ سمجھ کر اپنے اوپر لازمِ شرعی جاننا کہ اس کا کلام اور اس کا کام ہمارے لئے حجت ہے کیونکہ یہ شرعی محقق ہے۔

تقلید سے متعلق چند اہم مسائل:

(1)...عقائد اور صریح اسلامی احکام میں کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(2)...جو مسائل قرآن و حدیث یا اِجماعِ امت سے اِجتہاد اور اِستنباط کر کے نکالے جائیں ان میں غیر مُجتہد پر چاروں آئمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا واجب ہے۔

(3)...اعلیٰ حضرت رَحۡمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیۡهِ فرماتے ہیں ''مذاہبِ اربعۂ اہلسنت سب

رشد و ہدایت ہیں جو ان میں سے جس کی پیروی کرے اور عمر بھر اسی کا پیرو رہے، کبھی کسی مسئلے میں اس کے خلاف نہ چلے وہ ضرور صراطِ مستقیم پر ہے اس پر شرعًا کوئی الزام نہیں، ان میں سے ہر مذہب انسان کیلئے نجات کو کافی ہے۔ تقلیدِ شخصی کو شرک یا حرام ماننے والے گمراہ، ضالین، مُتَّبِعُ غَیْرِ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْن (یعنی مومنوں کے راستے کے علاوہ کی پیروی کرنے والے) ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ۲۷/۶۴۴)

نوٹ: تقلید سے متعلق تفصیلی معلومات کے لئے کتاب "جاء الحق" کا مطالعہ فرمائیں۔

مُقَلِّد کا ایمان درست ہے یا نہیں؟

جو شخص تقلید کے طور پر ایمان لایا اس کا ایمان صحیح ہونے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست نہیں، بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے لیکن وہ غور و فکر اور اِستدلال ترک کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا، اور بعض کے نزدیک تقلیدی ایمان درست ہے اور ایسے ایمان لانے والا گناہگار بھی نہیں ہوگا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان علماء کے اَقوال ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں "بے شک ایمان نور کی ایک تجلی ہے اور وہ (جہالت کا) پردہ اٹھانا اور سینہ کھولنا ہے، اللہ تعالیٰ وہ نور اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے ڈالتا ہے خواہ یہ نور کا داخل ہونا غور و فکر سے ہو یا محض کسی کی بات سننے سے حاصل ہو،

اور کسی عقلمند کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کہے: ایمان نظر واستدلال کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔'' ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا بلکہ خدا کی قسم! بسا اوقات اس شخص کا ایمان جو استدلال کا طریقہ نہیں جانتا اُس سے کامل تر اور مضبوط تر ہوتا ہے جو بحث و مناظرے میں آخری حد تک پہنچا ہوا ہو، تو جس کا سینہ اللہ تعالیٰ اسلام کے لئے کھول دے اور وہ اپنے دل کو ایمان پر مطمئن پائے تو وہ قطعی طور پر مومن ہے اگرچہ وہ نہ جانتا ہو کہ اسے یہ عظیم نعمت کہاں سے ملی ہے، اور آئمہ اربعہ وغیرہ محققین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم اَجْمَعِیْن نے جو فرمایا کہ ''مقلد کا ایمان صحیح ہے'' اس کا یہی معنی ہے، مقلد سے ان کی مراد وہ شخص ہے جو استدلال کرنا، بحث کے اسلوب اور گفتگو کے مختلف طریقے نہ جانتا ہو، رہا وہ شخص جس نے اپنے سینے کو اس یقین کے ساتھ اپنی طرف سے کشادہ نہ کیا تو اس نے ویسے ہی کہا جیسے منافق اپنی قبر میں کہتا ہے: ہائے ہائے! مجھے نہیں معلوم، میں لوگوں کو کچھ کہتے سنتا تھا تو ان سے سن کر میں بھی کہا کرتا تھا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کی تصدیق اس لئے کرے کہ مثلاً اس کا باپ اس بات کی تصدیق کرتا تھا اور وہ اپنے دل سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر یقین رکھتے ہوئے تصدیق نہ کرے تو ایسے شخص کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں اور تقلیدی ایمان کی نفی کرنے والوں کی بھی یہی مراد ہے۔

(المعتمد المستند شرح المعتقد المنتقد، الخاتمۃ فی بحث الایمان، ص ۲۰۰-۱۹۹)

بِالْبَیِّنٰتِ وَ الزُّبُرِؕ-وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الذِّكْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ(44)

ترجمہ: (ہم نے) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (رسولوں کو بھیجا) اور اے حبیب! ہم نے تمہاری طرف یہ قرآن نازل فرمایا تاکہ تم لوگوں سے وہ بیان کردو جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔

حدیث پاک بھی حجت ہے:

ابو عبداللہ محمد بن احمد قرطبی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنی تفسیر ''اَلْجَامِعُ لِاَحْکَامِ الْقُرْآنْ'' کی ابتدا میں فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں موجود مُجمل چیزوں کو بیان کرنے، مشکل کی تفسیر کرنے اور کئی اِحتمال رکھنے والی چیزوں کی تحقیق کرنے کا منصب اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو عطا فرمایا تاکہ رسالت کی تبلیغ کے ساتھ آپ کی یہ خصوصیت بھی ظاہر ہو جائے اور سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد قرآنِ پاک کے معانی کو اَخذ کرنے اور قرآنِ پاک کے اصول کی طرف اشارہ کرنے کی خدمت علماء کے سپرد فرمائی تاکہ وہ قرآنِ پاک کے الفاظ میں غور وفکر کر کے ان کی مراد جان جائیں، یوں علماء دیگر امتیوں سے ممتاز ہو گئے اور اِجتہاد کا ثواب ملنے کی خصوصیت بھی انہیں حاصل ہوئی، خلاصہ یہ ہے کہ قرآنِ پاک اصل ہے اور حدیثِ پاک اس کا بیان ہے اور علماء کا اِستنباط اس کی وضاحت ہے۔ (قرطبی، خطبۃ المصنّف، ۱/۲۴، الجزء الاوّل) اس آیت

کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآنِ پاک کی طرح حدیث پاک بھی معتبر، قابلِ قبول اور لائقِ عمل ہے کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو قرآنِ پاک میں موجود احکام وغیرہ کو اپنے اقوال اور افعال کے ذریعے لوگوں سے بیان کرنے کا منصب عطا فرمایا ہے اور حدیث نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اَقوال اور اَفعال ہی کا تو نام ہے ۔اس کے علاوہ اور آیات بھی حدیثِ پاک کے حجت ہونے پر دلالت کرتی ہیں، جیسے ارشادِ باری تعالیٰ ہے

’’ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ-وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ‘‘ (سورۂ جمعہ :۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کا علم عطا فرماتا ہے اور بیشک وہ اس سے پہلے ضرور کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت کے علاوہ بکثرت آیات ایسی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حکم مانا جائے یہاں تک کہ واضح طور فرمادیا کہ

’’ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ‘‘ (النساء :۶۴)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا مگر اس لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اور سیّدالمرسَلین صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی اطاعت اسی صورت ممکن ہے جب ان کے قول اور فعل کی پیروی کی جائے، اگر یوں نہ کیا جائے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی بِعثَت کا جو مقصد ہے وہی فوت ہو جائے گا۔

اور ارشاد فرمایا ''وَ مَاۤ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُۗ-وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْاۚ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ'' (حشر: ۷)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور رسول جو کچھ تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

عقلی طور پر بھی دیکھا جائے تو حدیثِ پاک کو حجت مانے بغیر چارہ ہی نہیں کیونکہ قرآنِ پاک میں اسلام کے بنیادی اَحکام جیسے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کا اِجمالی بیان کیا گیا ہے، ان پر عمل اسی صورت ممکن ہے جب حدیث پاک پر عمل کیا جائے کیونکہ ان تمام احکام کی تفصیل کا بیان صرف اَحادیث میں ہے۔

قرآنِ کریم میں غور و فکر اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے:

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن کریم میں غور و فکر کرنا اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے لہٰذا قاری سے عالم باعمل افضل ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ قرآنِ مجید کو سمجھ

کر اور اس میں بیان کئے گئے احکام، عبرت انگیز واقعات، موت کے وقت کی آفات، گناہگاروں اور کافروں پر ہونے والے جہنم کے عذابات اور نیک مسلمانوں کو ملنے والے جنت کے انعامات وغیرہ میں غور و فکر کرتے ہوئے اس کی تلاوت کرے تاکہ اسے قرآن کریم کی برکتیں اچھی طرح حاصل ہوں اور اس کے دل پر اگر گناہوں کی سیاہی غالب آچکی ہو تو وہ بھی صاف ہو جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ان دلوں میں بھی زنگ لگ جاتا ہے، جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے۔ عرض کی گئی، یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، اس کی جِلا (یعنی صفائی) کس چیز سے ہوگی؟ ارشاد فرمایا ''کثرت سے موت کو یاد کرنے اور تلاوتِ قرآن سے۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان۔۔۔ الخ، فصل فی ادمان تلاوتہ، ۲/۳۵۲، الحدیث: ۲۰۱۴)

حضرت ابراہیم خواص رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: دل کی دوا پانچ چیزیں ہیں۔ (1) غور و فکر کرتے ہوئے قرآنِ مجید کی تلاوت کرنا، (2) بھوکا رہنا، (3) رات میں نوافل ادا کرنا، (4) سَحری کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرنا، (5) نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا۔ (روح البیان، النحل، تحت الآیۃ: ۴۴، ۵/۳۸)

وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ بَعْدَ تَوْكِیْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَیْكُمْ كَفِیْلًاؕ-اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ(91)

ترجمہ: اور اللہ کا عہد پورا کرو جب تم کوئی عہد کرو اور قسموں کو مضبوط کرنے کے بعد نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو۔ بیشک اللہ تمہارے کام جانتا ہے۔

قسم سے متعلق چند مسائل:

یہاں قسم سے متعلق چند اہم مسائل یاد رکھیں:

(1)...قسم کا شرعی حکم

قسم کھانا جائز ہے مگر جہاں تک ہو سکے کم قسم کھانا بہتر ہے اور بات بات پر قسم نہیں کھانی چاہیے، بعض لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام بنا رکھا ہے کہ قصداً اور بلا قصد زبان پر جاری ہو جاتی ہے اور اس کا بھی خیال نہیں رکھتے کہ بات سچی ہے یا جھوٹی، یہ سخت معیوب ہے ۔ غیرِ خدا کی قسم مکروہ ہے اور یہ شرعاً قسم بھی نہیں یعنی اس کے توڑنے سے کفارہ لازم نہیں ۔ (بہار شریعت، حصہ نہم، قسم کا بیان، ۲/۲۹۸، ملخصاً)

(2)...قسم کی اقسام (پوری کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے)

بعض قسمیں ایسی ہیں کہ اُنہیں پورا کرنا ضروری ہے مثلاً کوئی ایسا کام کرنے کی قسم کھائی جو بغیر قسم کرنا ضروری تھا یا گناہ سے بچنے کی قسم کھائی تو اس صورت میں قسم سچی کرنا ضروری ہے۔ مثلاً یوں کہا کہ خدا کی قسم ظہر پڑھوں گا یا چوری یا زنا نہ کروں گا۔ دوسری وہ کہ اُس کا توڑنا ضروری ہے مثلاً گناہ کرنے یا فرائض و واجبات ادا نہ کرنے

کی قسم کھائی، جیسے قسم کھائی کہ نماز نہ پڑھوں گا یا چوری کروں گا یا ماں باپ سے کلام نہ کروں گا تو ایسی قسم توڑ دے۔

تیسری وہ کہ اُس کا توڑنا مستحب ہے مثلاً ایسے کام کی قسم کھائی کہ اُس کے غیر میں بہتری ہے تو ایسی قسم کو توڑ کر وہ کرے جو بہتر ہے۔

چوتھی وہ کہ مباح کی قسم کھائی یعنی کرنا اور نہ کرنا دونوں یکساں ہیں اس میں قسم کو باقی رکھنا افضل ہے۔ (بہار شریعت، حصہ نہم، قسم کا بیان، ۲/۲۹۹، ملخصًا)

(3)...قسم کا کفارہ:

قسم کا کفارہ غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا اُن کو کپڑے پہنانا ہے یعنی یہ اختیار ہے کہ ان تین باتوں میں سے جو چاہے کرے۔ (تبیین الحقائق، کتاب الایمان، ۳/۴۳۰)

نوٹ: قسم سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ 9 سے "قسم کا بیان" مطالعہ فرمائیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِۚ-وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ(106)

ترجمہ: جو ایمان لانے کے بعد اللہ کے ساتھ کفر کرے سوائے اس آدمی کے

جسے (کفر پر) مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر جما ہوا ہو لیکن وہ جو دل کھول کر کافر ہوں ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کیلئے بڑا عذاب ہے۔

حالتِ اِکراہ میں کلمۂ کفر کہنے سے متعلق 4 شرعی مسائل:

(1)...اس آیت سے معلوم ہوا کہ حالتِ اکراہ میں اگر دل ایمان پر جما ہوا ہو تو کلمۂ کفر کا زبان پر جاری کرنا جائز ہے جب کہ آدمی کو (کسی ظالم کی طرف سے) اپنی جان یا کسی عُضْو کے تَلف ہونے کا (حقیقی) خوف ہو۔ (اور اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی دو معنی والی بات کہنے میں گزارا چل سکتا ہو جس سے کفار اپنی مراد لیں اور کہنے والا اس کی درست مراد لے تو ضروری ہے کہ ایسی دو معنی والی بات ہی کہے جبکہ اس طرح کہنا جانتا ہو۔)

(2)...اگر اس حالت میں بھی صبر کرے اور قتل کر ڈالا جائے تو اسے اجر ملے گا اور وہ شہید ہو گا جیسا کہ حضرت خُبَیب رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے صبر کیا اور وہ سولی پر چڑھا کر شہید کر ڈالے گئے۔ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے انہیں سیّدُ الشُّہدا فرمایا۔

(3)...جس شخص کو مجبور کیا جائے اگر اس کا دل ایمان پر جما ہوا نہ ہو تو وہ کلمۂ کفر زبان پر لانے سے کافر ہو جائے گا۔

(4)...اگر کوئی شخص بغیر مجبوری کے مذاق کے طور پر یا علم نہ ہونے کی وجہ سے کلمۂ کفر زبان پر جاری کرے وہ کافر ہو جائے گا (تفسیرات احمدیہ، النحل، تحت الآیۃ: ۱۰۶،

ص ۵۰۱)۔

نوٹ: کفریہ کلمات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنے کیلئے امیرِ اہلسنت دَامَتْ بَرَکَاتُهُمُ الْعَالِيَه کی کتاب ”کفریہ کلمات کے بارے میں سوال جواب“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَؕ-اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَؕ(116) مَتَاعٌ قَلِيْلٌ۪-وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ(117)

ترجمہ: اور تمہاری زبانیں جھوٹ بولتی ہیں اس لئے نہ کہو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اپنی طرف سے کسی چیز کو شرعاً حرام کہنا اللہ تعالیٰ پر اِفترا ہے:

آج کل بھی جو لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بتا دیتے ہیں جیسے میلاد شریف کی شیرینی، فاتحہ، گیارہویں، عرس وغیرہ ایصالِ ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہئے کہ ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ تعالیٰ پر افترا کرنا ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُؕ-اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ(125)

ترجمہ: اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے اس طریقے سے بحث کرو جو سب سے اچھا ہو، بیشک تمہارا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے گمراہ ہوا اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔

مناظرہ (Debating) کا شرعی حکم

اس سے معلوم ہوا کہ دعوتِ حق اور دین کی حقانیت کو ظاہر کرنے کے لئے مناظرہ جائز ہے۔

اَمر بالمعروف کے آداب اور چند مسائل:

اس آیت کی مناسبت سے یہاں امر بالمعروف کے آداب اور اس سے متعلق 6 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)...امربالمعروف و نہی عَنِ الْمُنْکَر کا مطلب

امر بالمعروف یہ ہے کہ کسی کو اچھی بات کا حکم دینا مثلاً کسی سے نماز پڑھنے کو کہنا۔ اور نَہی عَنِ الْمُنْکَر کا مطلب یہ ہے کہ بری باتوں سے منع کرنا۔

(2)...کسی کو گناہ کرتے دیکھے تو نہایت متانت اور نرمی کے ساتھ اسے منع کرے اور اسے اچھی طرح سمجھائے پھر اگر اس طریقہ سے کام نہ چلا اور وہ شخص باز نہ آیا تو اب سختی سے پیش آئے، اس کو سخت الفاظ کہے، مگر گالی نہ دے، نہ فحش لفظ زبان سے نکالے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو جو شخص ہاتھ سے کچھ کر سکتا ہے کرے۔ لیکن اس صورت میں فتنے اور قانونی پہلو کو سامنے رکھے یعنی نہ خلافِ قانون کرے اور نہ ایسا طریقہ اختیار کرے جس سے فتنہ ہو۔

(3)...امر بالمعروف کے لوازمات (Requirements)

امر بالمعروف کے لیے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے۔

(۱) علم۔ کیونکہ جسے علم نہ ہو وہ اس کام کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا۔

(۲) اس سے مقصود رضائے الٰہی اور دینِ اسلام کی سربلندی ہو۔

(۳) جس کو حکم دیتا ہے اس کے ساتھ شفقت و مہربانی کرے اور نرمی کے ساتھ کہے۔

(۴) حکم کرنے والا صابر اور بُردبار ہو۔

(۵) حکم کرنے والا خود اس بات پر عامل ہو، ورنہ قرآن کے اس حکم کا مِصداق بن جائے گا، کیوں کہتے ہو وہ جس کو تم خود نہیں کرتے۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے نزدیک ناخوشی کی بات ہے یہ کہ ایسی بات کہو، جس کو خود نہ کرو۔ اور یہ بھی قرآنِ مجید میں فرمایا کہ ”کیا

لوگوں کو تم اچھی بات کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے کو بھولے ہوئے ہو۔

(4)...امر بالمعروف کا شرعی حکم

امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے، تو بری بات سے منع کرنا واجب ہے، اس کو باز رہنا جائز نہیں اور اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کرسکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ و فساد پیدا ہو گا، آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور اگر معلوم ہو کہ وہ اگر اسے ماریں گے تو صبر کرلے گا تو ان لوگوں کو برے کام سے منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہے اور اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل یہ ہے کہ بری بات سے منع کرے۔

(5)... عوام الناس کے توجہ طلب مسئلہ

عام شخص کسی قاضی (یعنی شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والے جج)، مفتی یا مشہور و معروف عالم کو امر بالمعروف نہ کرے کہ یہ بے ادبی ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ کسی خاص مصلحت کی وجہ سے ایک فعل کرتے ہیں، جس تک عوام کی نظر نہیں پہنچتی اور یہ شخص سمجھتا ہے، کہ جیسے ہم نے کیا انہوں نے بھی کیا، حالانکہ دونوں میں

بہت فرق ہوتا ہے۔ یہ حکم ان علما کے بارے میں ہے، جو احکامِ شرع کے پابند ہیں اور اتفاقاً کبھی ایسی چیز ظاہر ہوئی جو عوام کی نظر میں بری معلوم ہوتی ہے۔ وہ لوگ مراد نہیں جو حلال و حرام کی پروانہیں کرتے اور نامِ علم کو بدنام کرتے ہیں۔

(6)...جس نے کسی کو برا کام کرتے دیکھا اور خود یہ بھی اس برے کام کو کرتا ہے تو اس برے کام سے منع کردے کیونکہ اس کے ذمہ دو چیزیں واجب ہیں برے کام کو چھوڑنا اور دوسرے کو برے کام سے منع کرنا اگر ایک واجب کا تارک ہے تو دوسرے کا کیوں تارک بنے۔

نوٹ: مزید معلومات کے لئے بہار شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ''امر بالمعروف'' کا بیان اور امیر اہلسنّت دَامَتۡ بَرَکَاتُہُمُ الۡعَالِیَہ کی کتاب ''نیکی کی دعوت'' کا مطالعہ بھی بہت مفید ہے۔

سورۃ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْل (اَلْاَسْرَاء)

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَاؕ-اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ(1)

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے کچھ حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی جس کے اردگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

معراج شریف سے متعلق 3 باتیں:

یہاں معراج شریف سے متعلق تین باتیں قابلِ ذکر ہیں:

(1)...معراج کب ہوئی:

نبوت کے بارہویں سال سیّد المرسلین صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ معراج سے نوازے گئے، البتہ مہینے کے بارے میں اختلاف ہے مگر زیادہ مشہور یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کو معراج ہوئی۔

(2)...معراج کے منکر کا شرعی حکم

مکۂ مکرمہ سے حضور پُرنور صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کا بیت ُالمقدس تک رات

کے چھوٹے سے حصہ میں تشریف لے جانا نصِ قرآنی سے ثابت ہے، اس کا منکر کافر ہے اور آسمانوں کی سیر اور مَنازلِ قرب میں پہنچنا اَحادیثِ صحیحہ مُعتمدہ مشہورہ سے ثابت ہے جو حدِ تواتُر کے قریب پہنچ گئی ہیں، اس کا منکر گمراہ ہے۔

(3)...معراج شریف بحالتِ بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی، یہی جمہور اہلِ اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحابِ رسول صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی کثیر جماعتیں اور حضور اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے جلیل القدر صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ اسی کے معتقد ہیں، آیات و اَحادیث سے بھی یہی سمجھ آتا ہے اور جہاں تک بیچارے فلسفیوں کا تعلق ہے جو علّت و مَعلول کے چکر میں پھنس کر عجیب و غریب شکوک و شُبہات کا شکار ہیں تو ان کے فاسد اَوہام مَحض باطل ہیں، قدرتِ الٰہی کے معتقد کے سامنے وہ تمام شبہات محض بے حقیقت ہیں۔

(تفسیرات احمدیہ، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۱، ص۵۰۵، روح البیان، الاسراء، تحت الآیۃ:۱، ۵/۱۰۴، خزائن العرفان، بنی اسرائیل، تحت الآیۃ:۱، ص۵۲۵، ملتقطاً)

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا(26)

ترجمہ: اور رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (بھی دو) اور فضول خرچی نہ کرو۔

رشتہ داروں کا خرچ اٹھانے کا شرعی حکم

رشتہ داروں کا خرچ اٹھانے سے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ اگر رشتے دار مَحارم میں سے ہوں اور محتاج ہوجائیں تو اُن کا خرچ اُٹھانا یہ بھی ان کا حق ہے اور صاحبِ اِستطاعت رشتہ دار پر لازم وواجب ہے۔

(خازن، الاسراء، تحت الآیۃ:۲۶، ۳/۱۷۲)

اِسراف (Wasting) کا شرعی حکم اور اس کے معانی:

اسراف بلاشبہ ممنوع اور ناجائز ہے اور علماءِ کرام نے اس کی مختلف تعریفات بیان کی ہیں، ان میں سے 11 تعریفات درج ذیل ہیں:

(1)... غیرِ حق میں صَرف کرنا۔

(2)...اللہ تعالیٰ کے حکم کی حد سے بڑھنا۔

(3)...ایسی بات میں خرچ کرنا جو شرعِ مُطَہَّر یا مُرَوّت کے خلاف ہو، اول حرام ہے اور ثانی مکروہِ تنزیہی۔

(4)...طاعتِ الٰہی کے غیر میں صرف کرنا۔

(5)...شرعی حاجت سے زیادہ استعمال کرنا۔

(6)... غیرِ طاعت میں یا بلا حاجت خرچ کرنا۔

(7)...دینے میں حق کی حد سے کمی یا زیادتی کرنا۔

(8)...ذلیل غرض میں کثیر مال خرچ کردینا۔

(9)...حرام میں سے کچھ یا حلال کو اِعتدال سے زیادہ کھانا۔

(10)...لائق و پسندیدہ بات میں لائق مقدار سے زیادہ صرف کر دینا۔

(11)...بے فائدہ خرچ کرنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ ان تعریفات کو ذکر کرنے اور ان کی تحقیق و تفصیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں "ہمارے کلام کا ناظر خیال کر سکتا ہے کہ ان تمام تعریفات میں سب سے جامع و مانع و واضح تر تعریف اول ہے اور کیوں نہ ہو کہ یہ اُس عبداللہ کی تعریف ہے جسے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ علم کی گٹھری فرماتے اور جو خلفائے اربعہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم کے بعد تمام جہان سے علم میں زائد ہے اور جو ابو حنیفہ جیسے امام الائمہ کا مُورِثِ علم ہے رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَعَنْہُ وَعَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ۔

(فتاوی رضویہ، ۱/۶۹۷-۶۹۶)

تَبذیر اور اِسراف میں فرق:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے تبذیر اور اسراف میں فرق سے متعلق جو کلام ذکر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تبذیر کے بارے میں علماءِ کرام کے دو قول ہیں:

(1)...تبذیر اور اسراف دونوں کے معنی ناحق صَرف کرنا ہیں۔ یہی صحیح ہے کہ یہی قول حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عباس اور عام صحابۂ کرام رَضِیَ

اللہ تَعَالٰی عَنۡہُم کا ہے۔

(2)...تبذیر اور اسراف میں فرق ہے، تبذیر خاص گناہوں میں مال برباد کرنے کا نام ہے۔

اس صورت میں اسراف تبذیر سے عام ہو گا کہ ناحق صرف کرنا عَبَث میں صرف کرنے کو بھی شامل ہے اور عبث مُطْلَقاً گناہ نہیں توچونکہ اسراف ناجائز ہے اس لئے یہ خرچ کرنا معصیت ہو گا مگر جس میں خرچ کیا وہ خود معصیت نہ تھا۔ اور عبارت "لَاتُعْطِ فِی الْمَعَاصِیْ" کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ تبذیر کے مقصود اور حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم ہے۔

(فتاوی رضویہ، ۱/۶۹۸-۶۹۷، ملخصًا)

وَ اِمَّا تُعۡرِضَنَّ عَنۡهُمُ ابۡتِغَآءَ رَحۡمَةٍ مِّنۡ رَّبِّكَ تَرۡجُوۡهَا فَقُلۡ لَّهُمۡ قَوۡلًا مَّيۡسُوۡرًا(28)

ترجمہ: اور اگر تم اپنے رب کی رحمت کے انتظار میں جس کی تجھے امید ہے ان سے منہ پھیرو تو ان سے آسان بات کہو۔

مستحق کو جھڑکنا حرام اور غیر مستحق کو دینا منع ہے:

یاد رہے کہ کسی بھی صورت مجبور رشتے دار، مسکین یا سائل کو جھڑکنا نہیں چاہیے۔ مستحق کو جھڑکنا حرام ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے: "وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡهَرۡ" (سورہ

والضحیٰ:۱۰)ترجمۂ کنزُالعِرفان:اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔

البتہ جو غیرمستحق ہے اسے نہ دینے کا حکم ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے گدائی تین قسم ہے: ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچّے، انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور اُن کے دیئے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔ دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں، قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی و تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جوان کے کسب سے باہر ہو، کوئی حرفت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں خبیث۔ انھیں بھیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور ہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔ مگر ان کے دیئے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں۔ تیسرے وہ عاجز ناتواں کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں، انھیں بقدرِ حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیّب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وہ جنھیں جھڑکنا حرام ہے۔

(فتاوی رضویہ، کتاب الزکوۃ، ۱۰/۲۵۴-۲۵۳)

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا(48)

ترجمہ: دیکھو! انہوں نے تمہارے لئے کیسی مثالیں بیان کی ہیں تو یہ گمراہ ہوئے پس یہ راستہ پانے کی طاقت نہیں رکھتے۔

حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو یا آپ کی کسی صفت کو کسی گھٹیا چیز کے ساتھ تشبیہ دینا کفر ہے، جیسے سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے علمِ مبارک کو مَعَاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ کوئی جانوروں کے علم سے تشبیہ دے تو یقیناً ایسا شخص تَوہین کا مُرتکب ہے۔

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗؕ-اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا(57)

ترجمہ: وہ مقبول بندے جن کی یہ کافر عبادت کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ وہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تمہارے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو اس کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہِ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔ آیت میں وسیلہ بنانے کا جواز بیان کیا گیا ہے اور شرک کا رد کیا گیا ہے۔ وسیلہ ماننے اور خدا ماننے میں زمین و آسمان کا فرق ہے، جو

وسیلے کو شرک کہے وہ اس آیت کے مطابق مَعَاذَاللہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی شرک کا مُرتکب قرار دیتا ہے۔اِس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمارے آقا صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کائنات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں کہ بارگاہِ الٰہی میں سب سے مقرب وہی ہیں تو بقیہ سب انہیں کو وسیلہ بناتے ہیں اور اسی لئے میدانِ قیامت میں سب لوگ حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں ہی جمع ہوکر حاضری دیں گے اور بارگاہِ الٰہی میں سفارش کروائیں گے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

ہم ہیں اُن کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے
اس سے بڑھ کر تِری سمت اور وسیلہ کیا ہے
ان کی امّت میں بنایا انھیں رحمت بھیجا
یوں نہ فرما کہ ترا رحم میں دعویٰ کیا ہے
صدقہ پیارے کی حیا کا کہ نہ لے مجھ سے حساب
بخش بے پوچھے لجائے کو لجانا کیا ہے

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌؕ-وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا(65)

ترجمہ: بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں، اور تیرا رب کافی کارساز ہے۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام گناہوں سے معصوم اور اولیاء کرام محفوظ ہوتے ہیں:

انہی آیات کی بنا پر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے بارے میں مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ معصوم ہیں اور انہی کو سامنے رکھ کر علماء نے فرمایا ہے کہ اولیاءِ کرام رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِم بھی گناہوں سے محفوظ ہوتے ہیں کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کے خاص بندوں میں وہ بھی شامل ہیں۔

وَ مِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰۤى اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا(79)

ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھو یہ خاص تمہارے لیے زیادہ ہے ۔قریب ہے کہ آپ کا رب آپ کو ایسے مقام پر فائز فرمائے گا کہ جہاں سب تمہاری حمد کریں۔

تہجد سے متعلق چند مسائل:

یہاں نمازِ تہجد کے بارے میں چند شرعی مسائل یاد رکھیں:

(1)...صَلَاۃُ اللَّیل کی ایک قسم تہجد ہے کہ عشا کی نماز کے بعد رات میں سو کر اُٹھیں اور نوافل پڑھیں، سونے سے قبل جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں۔

(2)... تہجد نفل کا نام ہے اگر کوئی عشا کے بعد سو گیا پھر اٹھ کر قضا نماز پڑھی تو اُس کو تہجد نہ کہیں گے۔

(3)...کم سے کم تہجد کی دو رکعتیں ہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے آٹھ تک ثابت ہیں۔

(4)...جو شخص تہجد کا عادی ہو بلا عذر اُسے تہجد چھوڑنا مکروہ ہے کہ صحیح بخاری کی حدیث میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبداللّٰہ بن عمرو رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے ارشاد فرمایا: ''اے عبداللّٰہ! رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ، تو فلاں کی طرح نہ ہونا کہ رات میں اُٹھا کرتا تھا پھر چھوڑ دیا۔

(بخاری، کتاب التہجد، باب مایکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ، ۱/۳۹۰، الحدیث: ۱۱۵۲)

وَّ یَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا(108)وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا(109)

السجدۃ (4)

ترجمہ: اور کہتے ہیں ہمارا رب پاک ہے ، بیشک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہونے والا تھا۔ اور وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں اور یہ قرآن ان کے دلوں کے جھکنے کو اور بڑھا دیتا ہے۔

تلاوتِ قرآن کے وقت رونے کا حکم شرعی:

قرآنِ کریم کی تلاوت کے وقت رونا مستحب ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''بے شک یہ قرآن

حُزن کے ساتھ اترا ہے، اس لئے جب تم اسے پڑھو تو رُوو اور اگر رو نہ سکو تو رونے جیسی شکل بناؤ۔ (ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، باب فی حسن الصوت بالقرآن، ۱۲۹/۲، الحدیث: ۱۳۳۷) اور یہ رونا اگر اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہو تو اس کی بڑی فضیلت ہے، چنانچہ ترمذی و نسائی کی حدیث میں ہے، حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”وہ شخص جہنم میں نہ جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے۔

(ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل الغبار فی سبیل اللہ، ۲۳۶/۳، الحدیث: ۱۶۳۹، نسائی، کتاب الجہاد، فضل من عمل فی سبیل اللہ علی قدمہ، ص۵۰۵، الحدیث: ۳۱۰۵)

تلاوتِ قرآن سے دل میں نرمی پیدا ہوتی ہے:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم دل میں نرمی اور خشوع و خضوع پیدا کرتا ہے۔ اسی لئے حدیثِ مبارک میں حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دل ایسے زنگ آلود ہوتے ہیں جیسے لوہا پانی لگنے سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُم نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، ان دلوں کی صفائی کس چیز سے ہو گی؟ ارشاد فرمایا: موت کو زیادہ یاد کرنے اور قرآن کریم کی تلاوت کرنے سے۔

(شعب الایمان، التاسع عشر من شعب الایمان۔۔۔ الخ، فصل فی ادمان تلاوتہ، ۳۵۲/۲، الحدیث: ۲۰۱۴)

سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے

یاد رہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ایک ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر سجدہ تلاوت کرنا واجب ہوجاتا ہے۔

سورۃ الکھف

فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِی الْـكَهْفِ سِنِیْنَ عَدَدًاۙ(11) ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا۠(12)

ترجمہ: تو ہم نے اس غار میں ان کے کانوں پر گنتی کے کئی سال پردہ لگا رکھا۔ پھر ہم نے انہیں جگایا تاکہ دیکھیں کہ دو گروہوں میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ درست بتاتا ہے۔

اولیاء کی کرامات برحق ہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کراماتِ اَولیاء برحق ہیں، اصحابِ کہف بنی اسرائیل کے اولیاء ہیں۔ ان کا کھائے پیئے بغیر اتنی مدت زندہ رہنا کرامت ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ کرامت ولی سے سوتے میں بھی صادر ہوسکتی ہے اور اسی طرح بعدِ موت بھی۔ ان کے جسموں کو مٹی کا نہ کھانا یہ بھی کرامتِ اولیاء میں سے ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ ضروری نہیں کہ ولی اپنے اختیار سے کرامت ظاہر کرے اور اسے علم بھی ہو بلکہ

بعض اوقات بغیر ولی کے اختیار کے اور بغیر اس کے علم کے بھی کرامت ظاہر ہوتی ہے جیسے اصحابِ کہف کے واقعہ میں ہوا۔

كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا (21)

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ان پر مطلع کردیا تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں، جب وہ لوگ ان کے معاملے میں باہم جھگڑنے لگے تو کہنے لگے: ان کے غار پر کوئی عمارت بنادو، ان کا رب انہیں خوب جانتا ہے، جو لوگ اپنے اس کام میں غالب رہے تھے انہوں نے کہا: ہم ضرور ان کے قریب ایک مسجد بنائیں گے۔

بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانے کا شرعی حکم:

اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے مزارات کے قریب مسجدیں بنانا اہلِ ایمان کا قدیم طریقہ ہے اور قرآنِ کریم میں اس کا ذکر فرمانا اور اس کو منع نہ کرنا اس فعل کے درست ہونے کی قوی ترین دلیل ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگوں کے قرب میں برکت حاصل ہوتی ہے اسی لئے اہلُ اللہ کے مزارات پر لوگ حصولِ برکت کے لئے جایا کرتے ہیں۔ قبروں کی زیارت سنت اور مُوجِبِ ثواب ہے۔

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْهُمْۚ-تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَاۚ-وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا(28)

ترجمہ: اور اپنی جان کو ان لوگوں کے ساتھ مانوس رکھ جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اس کی رضا چاہتے ہیں اور تیری آنکھیں دنیوی زندگی کی زینت چاہتے ہوئے انہیں چھوڑ کر اوروں پر نہ پڑیں اور اس کی بات نہ مان جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

آیت ”وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اِس آیتِ مبارکہ سے بہت سے مسائل معلوم ہوئے۔

(1)... نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تربیت خود ربُّ العالمین عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے جیسے یہاں ہوا کہ ایک معاملہ درپیش ہوا تو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خود تربیت فرمائی اور آپ کی کمال کی طرف رہنمائی فرمائی۔

(2)... اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے

یہ بھی معلوم ہوا کہ اچھوں کے ساتھ رہنا اچھا ہے اگرچہ وہ فُقراء ہوں اور بروں کے ساتھ رہنا برا ہے اگرچہ وہ مالدار ہوں۔

(3)... صبح و شام کے اذکار کرنا بہت افضل ہے

یہ بھی معلوم ہوا کہ صبح و شام خصوصیت سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرنا بہت افضل ہے۔ قرآنِ پاک میں بطورِ خاص صبح و شام کے ذکر کو بکثرت بیان فرمایا ہے، جیسے اِس آیت میں بھی ہے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی آیتوں میں ہے۔

(4)... یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو صالحین سے بطورِ خاص محبت ہے کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اس کا حکم دیا گیا ہے۔

(5)... نیک لوگوں کی علامات

صالحین کی دو علامتیں بھی اس آیت میں بیان فرمائیں

اول یہ کہ وہ صبح و شام اللہ عَزَّوَجَلَّ کا ذکر کرتے ہیں اور دوسری یہ کہ ہر عمل سے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا اور خوشنودی کے طلبگار ہوتے ہیں۔

(6)... دنیاداروں کی طرف نظر رکھنے کا شرعی حکم

مزید اِس آیت میں دنیا داروں کی طرف نظر رکھنے اور ان کی پیروی سے ممانعت کے بارے میں حکم ہے۔ اس حکم میں قیامت تک کے مسلمانوں کو ہدایت ہے کہ غافلوں ، متکبروں ، ریاکاروں ، مالداروں کی نہ مانا کریں اور ان کے مال و دولت پر نظریں نہ جمائیں بلکہ مخلص، صالح، غُرباء و مَساکین کے ساتھ تعلق رکھیں اور ان ہی کی اطاعت کیا کریں۔ دنیا کی محبت میں گرفتار مالداروں کی بات ماننا دین کو برباد کر دیتا ہے۔

قرآن و حدیث کی روشنی میں جو بات سمجھ آتی ہے وہ یہ ہے کہ مال اور مالدار فی نَفْسِہٖ نہ برے ہیں اور نہ اچھے بلکہ مال کا غلط استعمال اور ایسے مالدار برے ہیں اور چونکہ مالدار عموماً نفس پرستی میں پڑ جاتے ہیں اسی لئے ان کی مذمت زیادہ بیان کی جاتی ہے۔ اسی سے ملتا جلتا ایک حکم حدیثِ مبارک میں ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ’’میری امت میں سے کچھ لوگ علمِ دین سیکھیں گے، قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امیروں کے پاس اس لئے جاتے ہیں تاکہ ان سے دنیا حاصل کرلیں اور اپنے دین کو ان سے جدا رکھتے ہیں حالانکہ یہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ کانٹے والے درخت سے پھل توڑنے میں کانٹے ہی ہاتھ آتے ہیں اسی طرح وہ ان کے قرب میں گناہوں سے نہیں بچ سکتے۔

(ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ۱/۱۶۶، الحدیث: ۲۵۵)

حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں ’’اگر علماء علم حاصل کرنے کے بعد اسے محفوظ رکھتے اور اسے اہل لوگوں کے سامنے پیش کرتے تو اہلِ زمانہ کے سردار بن جاتے لیکن انہوں نے اسے دنیا والوں پر اپنی دنیا حاصل کرنے کے لئے خرچ کیا اس وجہ سے ذلیل ہو گئے۔ میں نے رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو فرماتے سنا ہے ’’جس شخص کی ساری فکر آخرت کے متعلق ہے تو اللہ تعالٰی دنیا کے غموں سے اس کی کفایت فرمائے گا اور جو شخص دنیاوی اُمور میں پریشان ہوتا رہے گا اللہ تعالٰی کو اس کی پروا نہیں

چاہے وہ کسی وادی میں بھی گر کر مرے۔

(ابن ماجہ، کتاب السنّۃ، باب الانتفاع بالعلم والعمل بہ، ۱/۱۶۷، الحدیث: ۲۵۷)

حضرت ابو ہریرہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا" جو شخص علم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ دنیاوی مقاصد کے لئے حاصل کرے تو قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو ہرگز نہیں پائے گا۔

(ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغیر اللہ، ۳/۴۵۱، الحدیث: ۳۶۶۴)

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا(30) اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآىٕكِؕ-نِعْمَ الثَّوَابُؕ-وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا(31)

ترجمہ: بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کئے ہم ان کا اجر ضائع نہیں کرتے جو اچھے عمل کرنے والے ہوں۔ ان کے لیے ہمیشگی کے باغات ہیں ان کے نیچے نہریں بہتی ہیں، انہیں ان باغوں میں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ سبز رنگ کے باریک اور موٹے ریشم کے کپڑے پہنیں گے وہاں تختوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ یہ کیا ہی اچھا ثواب ہے اور

جنت کی کیا ہی اچھی آرام کی جگہ ہے۔

ریشمی لباس اور سونے چاندی کا زیور استعمال کرنے کا حکم شرعی:

یاد رہے کہ ریشمی لباس اور سونے چاندی کے کنگن جنتی لباس ہیں ، دنیا میں عورتوں کیلئے حلال اور مردوں کیلئے حرام ہیں۔ اس بارے میں بکثرت اَحادیثِ مبارکہ ہیں، ان میں سے 4 اَحادیث درج ذیل ہیں۔

(1)... حضرت ابو موسیٰ اشعری رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور مَردوں پر حرام۔ (نسائی، کتاب الزینۃ، تحریم لبس الذھب، ص ۸۳۶، الحدیث: ۵۱۵۷)

(2)... حضرت انس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "جو دنیا میں ریشم پہنے گا، وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشہ للرّجال۔۔۔ الخ، ۴/۵۹، الحدیث: ۵۸۳۲)

(3)... حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ریشم پہننے کی ممانعت فرمائی، مگر اتنا۔ اور رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے دو انگلیاں بیچ والی اور کلمہ کی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔

(بخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر وافتراشہ للرّجال۔۔۔ الخ، ۴/۵۸، الحدیث: ۵۸۲۸)

(4)... صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے

خطبہ میں فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ریشم کی ممانعت فرمائی ہے، مگر دو یا تین یا چار اُنگلیوں کے برابر۔(مسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب تحریم اناء الذہب والفضّۃ علی الرّجال والنساء۔۔۔ الخ، ص ۱۱۴۹، الحدیث: ۱۵ (۲۰۶۹)) یعنی کسی کپڑے میں اتنی چوڑی ریشم کی گوٹ لگائی جا سکتی ہے۔

ریشم کے لباس سے متعلق چند مسائل:

یہاں ریشم کے لباس سے متعلق چند شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)...مرد کے لیے ریشم کے کپڑے پہننے کا شرعی حکم

ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی خالص ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا (یعنی لمبائی کے رخ) سوت ہو اور بانا (یعنی چوڑائی کے رخ) ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہو گا۔

(ہدایہ، کتاب الکراہیۃ، فصل فی اللبس، ۲/۳۶۶-۳۶۵، در مختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ۹/۵۸۰)

(2)... عورتوں کے لئے ریشم پہننے کا شرعی حکم

عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اور اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ (عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع فی اللبس مایکرہ من ذلک ومالا یکرہ، ۳۳۱/۵)

(3)... مَردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز، یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو، لمبائی کا شمار نہیں ۔ اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بُنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔ (در مختار مع رد المحتار، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی اللبس، ۵۸۱/۹)

(4)... ریشم کا لحاف (Blanket) اوڑھنے کا شرعی حکم

ریشم کا لحاف اوڑھنا ناجائز ہے کہ یہ بھی پہننے میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔

(عالمگیری، کتاب الکراہیۃ، الباب التاسع فی اللبس مایکرہ من ذلک ومالا یکرہ، ۳۳۱/۵)

نوٹ: مزید مسائل کی معلومات کے لئے بہار شریعت حصہ 16 سے "لباس کا بیان" مطالعہ فرمائیں۔

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ

كُفْرًا ﴿80﴾ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿81﴾

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا تو اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ لڑکا انہیں بھی سرکشی اور کفر میں ڈال دے گا۔ تو ہم نے چاہا کہ اُن کا رب اُنہیں پاکیزگی میں پہلے سے بہتر اور حسنِ سلوک اور رحمت و شفقت میں زیادہ مہربان عطا کردے۔

باطن کا حال جان کر کسی کو قتل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

یہ بھی یاد رہے کہ ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہو جائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کر لے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنا دے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہوگی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کر سکتا، جیسا کہ امام سُبکی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں کہ باطن کا حال جان کر بچے کو قتل کر دینا حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے ساتھ خاص ہے، انہیں اس کی اجازت تھی۔ اب اگر کوئی ولی کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اُس کے لئے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

(جمل، الکہف، تحت الآیۃ: ۸۰، ۴/۴۴۸)

آیت ''فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا'' سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... بندے کو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قضا پر راضی رہنا چاہئے کہ اسی میں بہتری ہوتی ہے۔ اسی بات کو ایک اور آیتِ مبارکہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ:

’’وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْۚ-وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْــٴًـا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ‘‘ (بقرہ:۲۱۶)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں ناپسند ہو حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے حالانکہ وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(2)... بسا اوقات اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی محبوب اور پسندیدہ چیزوں میں سے کوئی چیز لے لیتا ہے کیونکہ اس چیز میں بندے کا نقصان ہوتا ہے اور وہ اس کے نقصان سے غافل ہوتا ہے، پھر اگر وہ صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے تو اللہ تعالیٰ اس چیز کے بدلے اس سے بہتر چیز عطا کر دیتا ہے جس میں مومن بندے کا نفع ہوتا ہے نقصان نہیں ہوتا اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے مومن بندوں پر ایک بہت بڑا احسان ہے۔ (روح البیان، الکہف، تحت الآیۃ:۸۱، ۵/۲۸۶، ملخصًا)

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَیْنِ یَتِیْمَیْنِ فِی الْمَدِیْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًاۚ-فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ یَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ یَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ﳓ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَۚ-وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْؕ-ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ

مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًاؕ(82)

ترجمہ: اور بہرحال دیوار (کا جہاں تک تعلق ہے) تو وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکالیں (یہ سب) آپ کے رب کی رحمت سے ہے اور یہ سب کچھ میں نے اپنے حکم سے نہیں کیا۔ یہ ان باتوں کا اصل مطلب ہے جس پر آپ صبر نہ کرسکے۔

یتیم کے ساتھ نیکی کرنے کا ثواب:

اس سے معلوم ہوا کہ یتیموں کے ساتھ نیکی کرنی چاہئے اور ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرنا چاہئے جس میں ان کا بھلا ہو۔ اَحادیث میں یتیم کے ساتھ نیکی کرنے والے کے لئے بہت اجر و ثواب بیان کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”مسلمانوں میں سے جو شخص کسی یتیم کے کھانے پینے کی کفالت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا مگر یہ کہ وہ کوئی ایسا گناہ کرے جس کی بخشش نہ ہو۔ (ترمذی، کتاب البرّ والصلۃ، باب ما جاء فی رحمۃ الیتیم وکفالتہ، ۳/۳۶۸، الحدیث: ۱۹۲۴) اور حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”اللہ تعالیٰ کے

نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کی عزت کی جاتی ہو۔

(معجم الکبیر، عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما۔۔۔ الخ، محمد بن طلحۃ عن ابن عمر، ۱۲/۳۸۸، الحدیث: ۱۳۴۳۴)

باپ کے تقویٰ اور پرہیز گاری کا فائدہ اولاد کو پہنچتا ہے:

یاد رہے کہ باپ کے تقویٰ و پرہیز گاری کے نتیجے میں اس کی اولاد در اولاد کو دنیا میں فائدہ ہوتا ہے، جیساکہ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمَا سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "بے شک اللہ تعالیٰ آدمی کے نیک ہونے کی وجہ سے اس کی اولاد در اولاد کی بہتری فرما دیتا ہے اور اس کی نسل اور اس کے ہمسایوں میں اس کی رعایت فرما دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پردہ پوشی اور امان میں رہتے ہیں۔ (در منثور، الکہف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۵/۴۲۲)

اور حضرت محمد بن منکدر رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی سے اس کی اولاد کو اور اس کی اولاد کی اولاد کو اور اس کے کنبہ والوں کو اور اس کے محلہ داروں کو اپنی حفاظت میں رکھتا ہے۔ (خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۳/۲۲۱)

یونہی باپ کا نیک پرہیز گار ہونا آخرت میں بھی اس کی اولاد کو نفع دیتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَ مَاۤ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ'' (طور:۲۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی (جس) اولاد نے ایمان کے ساتھ ان کی پیروی کی تو ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملادیں گے اور ان (والدین) کے عمل میں کچھ کمی نہ کریں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''بیشک اللہ تعالیٰ مومن کی ذُرِّیَّت کو اس کے درجہ میں اس کے پاس اٹھالے گا اگرچہ وہ عمل میں اس سے کم ہو تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ (جامع الاحادیث، حرف الہمزۃ، ۲/۴۹۵، الحدیث:۶۸۳۵)

حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے، حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''جب آدمی جنت میں جائے گا تو اپنے ماں باپ، بیوی اور اولاد کے بارے میں پوچھے گا۔ ارشاد ہوگا کہ وہ تیرے درجے اور عمل کو نہ پہنچے۔ عرض کرے گا ''اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں نے اپنے اور ان کے سب کے نفع کے لئے اعمال کئے تھے۔ اس پر حکم ہوگا کہ وہ اس سے ملادیئے جائیں۔

(معجم صغیر، باب العین، من اسمہ: عبداللہ، ص۲۲۹، الجزء الاوّل)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جب عام

صالحین کی صلاح (یعنی تقویٰ و پرہیزگاری) ان کی نسل واولاد کو دین ودنیاوآخرت میں نفع دیتی ہے تو صدیق وفاروق وعثمان وعلی وجعفر وعباس وانصار کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمْ کی صلاح کا کیا کہنا جن کی اولاد میں شیخ، صدیقی وفاروقی وعثمانی وعلوی وجعفری وعباسی وانصاری ہیں۔ یہ کیوں نہ اپنے نسبِ کریم سے دین ودنیاوآخرت میں نفع پائیں گے۔ پھر اللہ اکبر حضرات عُلِّیہ سادات کرام اولادِ امجاد حضرت خاتونِ جنت بتول زہرا کہ حضور پُرنور، سید الصالحین، سید العالمین، سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بیٹے ہیں کہ ان کی شان تو ارفع واعلیٰ وبلند وبالا ہے۔(فتاوی رضویہ، ۲۳/۲۴۳-۲۴۴)

ولی کو نبی پر فضیلت دینے کا شرعی حکم

حضرت عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”بعض لوگ (اس آیت کی وجہ سے) ولی کو نبی پر فضیلت دے کر گمراہ ہو گئے اور در حقیقت ولی کو نبی پر فضیلت دینا کفرِ جلی ہے، ان لوگوں نے یہ خیال کیا کہ حضرتِ موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو حضرتِ خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے علم حاصل کرنے کا حکم دیا گیا حالانکہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ولی ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبی ہیں اور اگر ایسا نہ ہو جیسا کہ بعض کا گمان ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حق میں اِبتلا یعنی آزمائش ہے۔

(مدارک، الکہف، تحت الآیۃ: ۸۲، ص ۶۶۱)

حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں:

یہاں یہ یاد رہے کہ اکثر علماء کا موقف یہ ہے، نیز مشائخ صوفیہ اور اصحابِ عرفان کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام زندہ ہیں۔ شیخ ابو عمرو بن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام جمہور علماء و صالحین کے نزدیک زندہ ہیں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام دونوں زندہ ہیں اور ہر سال زمانۂ حج میں ملتے ہیں۔ یہ بھی منقول ہے کہ حضرت خضر عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے چشمۂ حیات میں غسل فرمایا اور اس کا پانی پیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

(خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۸۲، ۳/۲۲۲)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "چار نبی زندہ ہیں کہ اُن کو وعدہ الٰہیہ ابھی آیا ہی نہیں، یوں تو ہر نبی زندہ ہے:

اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔

بے شک اللہ نے حرام کیا ہے زمین پر کہ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسموں کو خراب کرے تو اللہ کے نبی زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں۔ (ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب ذکر وفاتہ ودفنہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۲/۲۹۱، الحدیث: ۱۶۳۷) اَنبیاء عَلَیْہِمُ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ایک آن کو محض تصدیقِ وعدہ الٰہیہ کے لیے موت طاری ہوتی ہے، بعدِاس کے پھر اُن کو حیاتِ حقیقی حِسّی دُنیوی عطا ہوتی ہے۔ خیر ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر۔ خضر و الیاس عَلَیۡہِمَا السَّلَام زمین پر ہیں اور ادریس و عیسٰی عَلَیۡہِمَا السَّلَام آسمان پر۔ (ملفوظات، حصہ چہارم، ص ۴۸۴)

قُلۡ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثۡلُكُمۡ یُوۡحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰـهُكُمۡ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنۡ كَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (110)

ترجمہ: تم فرماؤ: میں (ظاہراً) تمہاری طرح ایک بشر ہوں مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے تو جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنۡہُمَا فرماتے ہیں "اس آیت میں اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّم کو عاجزی کی تعلیم دی اور انہیں یہ کہنے کا حکم دیا کہ میں بھی تمہاری طرح آدمی ہوں (یعنی جیسے تم انسان ہو اسی طرح میں بھی انسان ہوں) البتہ مجھے (تم پر) یہ خصوصیت حاصل ہے کہ میری طرف وحی آتی ہے اور وحی کے سبب اللہ تعالٰی نے مجھے اعلٰی مقام عطا کیا ہے۔

(خازن، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ۳/۲۲۸)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”(کافر) انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنا سا بشر مانتے تھے اس لئے ان کی رسالت سے منکر تھے کہ

”مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَاۙ-وَ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍۙ-اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ“ (یس:۱۵)

تم تو ہمارے جیسے آدمی ہو اور رحمٰن نے کوئی چیز نہیں اتاری، تم صرف جھوٹ بول رہے ہو۔

واقعی جب ان خُبثاء کے نزدیک وحیِ نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی اسی بشریت کے سوا کیا نظر آتا؟ لیکن اِن سے زیادہ دل کے اندھے وہ (ہیں جو) کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں (یعنی انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو) اپنا ہی سا بشر جانیں، زید کو ”قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ سوجھا اور ”یُوْحٰۤى اِلَیَّ“ نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے، زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے، انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بشریت جبریل عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی مَلکیت سے اعلیٰ ہے، وہ ظاہری صورت میں ظاہر بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں جس سے مقصود خلق کا اِن سے اُنس حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا (ہے) ولہٰذا ارشاد فرماتا ہے:

”وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا عَلَیْهِمْ مَّا یَلْبِسُوْنَ“ (انعام:۹)

اور اگر ہم فرشتے کو رسول کرکے بھیجتے تو ضرور اسے مرد ہی کی شکل میں بھیجتے
اور ضرور انھیں اسی شبہ میں رکھتے جس دھوکے میں اب ہیں۔

(اس سے) ظاہر ہوا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کی ظاہری صورت دیکھ کر انھیں اوروں کی مثل سمجھنا ان کی بشریت کو اپنا سا جاننا، ظاہر بینوں (اور) کور باطنوں کا دھوکا ہے (اور) یہ شیطان کے دھوکے میں پڑے ہیں۔۔۔ان کا کھانا پینا سونا یہ افعالِ بشری اس لئے نہیں کہ وہ ان کے محتاج ہیں، حاشا (یعنی ہرگز نہیں ، آپ تو ارشاد فرماتے ہیں) ''لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ اِنِّیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ'' میں تمہاری طرح نہیں ہوں میں اپنے رب کے ہاں رات بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے۔ (ت) (بلکہ) ان کے یہ افعال بھی اقامتِ سنت و تعلیمِ امت کے لئے تھے کہ ہر بات میں طریقۂ محمودہ لوگوں کو عملی طور سے دکھائیں، جیسے ان کا سَہو و نِسیان۔ حدیث میں ہے ''اِنِّیْ لَا اَنْسٰی وَلٰکِنْ اُنَسّٰی لِیَسْتَنَّ بِیْ'' میں بھولتا نہیں بھلایا جاتا ہوں تاکہ حالتِ سہو میں امت کو طریقۂ سنت معلوم ہو۔ عمرو نے سچ کہا کہ یہ قول (اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ) حضور اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اپنی طرف سے نہ فرمایا بلکہ اس کے فرمانے پر مامور ہوئے، جس کی حکمت تعلیمِ تواضع، و تانیسِ اُمت، و سدِّ غُلُوِّ نصرانیت (یعنی عاجزی کی تعلیم، امت کے لئے اُنسیت کا حصول اور عیسائی جیسے اپنے نبی کی شان بیان کرنے میں حد سے بڑھ گئے مسلمانوں کو اس سے روکنا) ہے،

اول، دوم ظاہر، اور سوم یہ کہ مسیح عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو ان کی امت نے ان کے فضائل پر خدا اور خدا کا بیٹا کہا، پھر فضائلِ محمدیہ عَلٰی صَاحِبِہَا اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّحِیَّۃ کی عظمتِ شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے، یہاں اس غلو کے سدِّباب (روکنے) کے لئے تعلیم فرمائی گئی کہ کہو ”میں تم جیسا بشر ہوں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں، ہاں ’’یُوْحٰۤى اِلَیَّ‘‘ رسول ہوں، دفعِ اِفراطِ نصرانیت کے لئے پہلا کلمہ تھا اور دفعِ تفریطِ ابلیسیّت کے لئے دوسرا کلمہ، اسی کی نظیر ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا:

’’قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا‘‘ (بنی اسرائیل:۹۳)

تم فرمادو پاکی ہے میرے رب کو میں خدا نہیں، میں تو انسان رسول ہوں۔

اِنہیں دونوں کے دفع کو کلمۂ شہادت میں دونوں لفظِ کریم جمع فرمائے گئے ’’اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ‘‘ میں اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (ت) بندے ہیں خدا نہیں، رسول ہیں خدا سے جدا نہیں، شَیْطَنَت اس کی کہ دوسرا کلمہ امتیازِ اعلیٰ چھوڑ کر پہلے کلمہ تواضع پر اِقتصار کرے۔ (فتاوی رضویہ، ۱۴/۶۶۵-۶۶۲)

صدر الافاضل مفتی نعیم الدین مراد آبادی رَحْمَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں ”صورتِ خاصہ میں کوئی بھی آپ (صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ) کا مثل نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کو حسن و صورت میں بھی سب سے اعلیٰ و بالا کیا اور

حقیقت و روح و باطن کے اعتبار سے تو تمام انبیاء (عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام) اوصافِ بشر سے اعلیٰ ہیں، جیسا کہ شفاء قاضی عیاض (قاضی عیاض رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی کتاب ”شفاء“) میں ہے اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کے اَجسام و ظواہر تو حدِّ بشریت پر چھوڑے گئے اور اُن کے اَرواح و بَواطن بشریت سے بالا اور مَلاءِ اعلیٰ سے متعلق ہیں۔ شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ عَلَیْہِ نے سورہ والضُّحٰی کی تفسیر میں فرمایا کہ آپ کی بشریت کا وجود اصلاً نہ رہے اور غلبۂ انوارِ حق آپ پر علی الدَّوام حاصل ہو۔ بہر حال آپ (صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی ذات و کمالات میں آپ کا کوئی بھی مثل نہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں آپ کو اپنی ظاہری صورتِ بشریہ کے بیان کا اظہارِ تواضع کے لئے حکم فرمایا گیا، یہی فرمایا ہے حضرت ابن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے۔

(خزائن العرفان، الکہف، تحت الآیۃ: ۱۱۰، ص ۵۶۹)

ترا مسندِ ناز ہے عرشِ بریں ترا محرمِ راز ہے روحِ امیں
تو ہی سرورِ ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

سیّد المرسلین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق 3 اہم باتیں:

یہاں تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بشر کہنے سے متعلق 3 اہم باتیں یاد رکھیں:

حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے جیسا بشر کہنے کا حکم شرعی

پہلی بات یہ کہ کسی کو جائز نہیں کہ وہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے جیسا بشر کہے کیونکہ جو کلمات عزت و عظمت والے اصحاب عاجزی کے طور پر فرماتے ہیں انہیں کہنا دوسروں کے لئے روا نہیں ہوتا۔ حضرت علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”واضح رہے کہ یہاں ایک ادب اور قاعدہ ہے جسے بعض اَصفیا اور اہلِ تحقیق نے بیان کیا ہے اور اسے جان لینا اور اس پر عمل پیرا ہونا مشکلات سے نکلنے کا حل اور سلامت رہنے کا سبب ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کسی مقام پر اللّٰہ تعالٰی کی طرف سے کوئی خطاب، عتاب، رعب و دبدبہ کا اظہار یا بے نیازی کا وقوع ہو مثلاً آپ ہدایت نہیں دے سکتے، آپ کے اعمال ختم ہو جائیں گے، آپ کے لئے کوئی شے نہیں، آپ حیاتِ دُنیوی کی زینت چاہتے ہیں، اور اس کی مثل دیگر مقامات، یا کسی جگہ نبی کی طرف سے عبدیَّت، انکساری، محتاجی و عاجزی اور مسکینی کا ذکر آئے مثلاً میں تمہاری طرح بشر ہوں، مجھے اسی طرح غصہ آتا ہے جیسے عبد کو آتا ہے اور میں نہیں جانتا اس دیوار کے اُدھر کیا ہے، میں نہیں جانتا میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا، اور اس کی مثل دیگر مقامات۔ ہم امتیوں اور غلاموں کو جائز نہیں کہ ان معاملات میں مداخلت کریں، ان میں اِشتراک کریں اور اسے کھیل بنائیں، بلکہ ہمیں پاسِ ادب کرتے ہوئے خاموشی و سکوت اور تَوَقُّف کرنا لازم ہے، مالک کا حق ہے کہ وہ اپنے بندے سے جو چاہے فرمائے، اس پر اپنی بلندی و غلبہ کا اظہار کرے، بندے کا بھی یہ حق ہے کہ وہ

اپنے مالک کے سامنے بندگی اور عاجزی کا اظہار کرے، دوسرے کی کیا مجال کہ وہ اس میں دخل اندازی کرے اور حدِ ادب سے باہر نکلنے کی کوشش کرے، اس مقام پر بہت سے کمزور اور جاہل لوگوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں جس سے وہ تباہ و برباد ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ رکھنے والا اور مدد کرنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(مدارج النبوت، باب سوم دربیان فضل و شرافت، وصل درازالۂ شبہات، ۱/۸۴-۸۳)

دوسری بات یہ کہ جسے اللہ تعالیٰ نے فضائلِ جلیلہ اور مَراتبِ رفیعہ عطا فرمائے ہوں، اُس کے ان فضائل و مراتب کا ذکر چھوڑ کر ایسے عام وصف سے اس کا ذکر کرنا جو ہر خاص و عام میں پایا جائے، اُن کمالات کو نہ ماننے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس لئے سلامتی اسی میں ہے کہ فضیلت و مرتبے پر فائز ہستی کا ذکر اس کے فضائل اور ان اوصاف کے ساتھ کیا جائے جن کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور یہی نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور صحابہ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمْ کا طریقہ ہے، جیساکہ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم قبرستان میں تشریف لے گئے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ''اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِیْنَ'' بے شک اگر اللہ نے چاہا تو ہم تم سے ملنے والے ہیں، میری خواہش ہے کہ ہم اپنے (دینی) بھائیوں کو دیکھیں۔ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمْ نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں؟ ارشاد فرمایا ''(دینی بھائی ہونے کے ساتھ تمہاری

خصوصیت یہ ہے کہ) تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (صرف دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک نہیں آئے۔

(مسلم، کتاب الطہارۃ، باب استحباب اطالۃ الغرّۃ والتحجیل فی الوضوئ، ص۱۵۰، الحدیث:۳۹(۲۴۹))

اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”جب تم رسول کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ پر درود بھیجا کرو تو اچھی طرح بھیجا کرو، تمہیں کیا پتہ کہ شاید وہ حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے سامنے پیش کیا جاتا ہو۔ لوگوں نے عرض کی: تو ہمیں سکھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: یوں پڑھا کرو

”اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَا تَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَا تِكَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَغْبِطُهُ بِهِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ“

(ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلاۃ والسنّۃ فیہا، باب الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ۱/۴۸۹، الحدیث:۹۰۶، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ۴/۴۳۸، الحدیث:۵۲۴۵، ملتقطاً)

اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو بشر کہنے میں راہِ سلامت یہ ہے کہ نہ تو آپ کی بشریت کا مُطلَقاً انکار کیا جائے اور نہ ہی کسی امتیازی وصف کے بغیر آپ کی بشریت کا ذکر کیا جائے بلکہ جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بشریت کا ذکر کیا جائے تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو افضل البشر یا سیّد البشر کہا جائے یا یوں کہا جائے کہ آپ کی ظاہری صورت بشری ہے اور باطنی حقیقت بشریَّت سے اعلیٰ ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”جو یہ کہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی صورتِ ظاہری بشری ہے (اور) حقیقتِ باطنی بشریت سے ارفع و اعلیٰ ہے، یا یہ (کہے) کہ حضور اوروں کی مثل بشر نہیں ،وہ سچ کہتا ہے اور جو مُطلَقاً حضور سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے، قال تعالیٰ

”قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا“ (بنی اسرائیل:۹۳)

تم فرماؤ: میرا رب پاک ہے میں تو صرف اللہ کا بھیجا ہوا ایک آدمی ہوں۔

(فتاوی رضویہ، ۳۵۸/۱۴)

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہنا کفار کا طریقہ ہے:

تیسری بات یہ کہ قرآنِ کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے اور اسی سے وہ گمراہی میں مبتلا ہوئے لہٰذا جس مسلمان کے دل میں سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت کی ادنیٰ رمق بھی باقی ہے اس پر لازم ہے کہ وہ کفار کا طریقہ اختیار کرنے سے بچے اور حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اپنے

جیسا بشر سمجھ کر گمراہوں کی صف میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرے۔

سورۃ مَرْیَم

وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا(5)یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ﳓ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا(6)

ترجمہ: اور بیشک مجھے اپنے بعد اپنے رشتے داروں کا ڈر ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، تو مجھے اپنے پاس سے کوئی ایسا وارث عطا فرمادے۔ جو میرا جانشین ہو اور یعقوب کی اولاد کا وارث ہو اور اے میرے رب! اسے پسندیدہ بنادے۔

نیک صالح اولاد کی دعا مانگی چاہیے

اس میں ہمارے لئے نصیحت یہ ہے کہ جب بھی اولاد کی دعا مانگی جائے تو نیک صالح اولاد کی دعا مانگی جائے، ورنہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دعا مانگی اور قبول ہوئی اور اولاد مل گئی مگر اسی اولاد نے جینا حرام کردیا ہو۔

سورۂ مریم کی آیت 5 اور 6 سے حاصل ہونے والی معلومات:

ان آیاتِ مبارکہ سے یہ چیزیں معلوم ہوئیں:

(1)... حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا نیک صالح بیٹے کے لیے دعا کرنا دین کے لیے تھا، نہ کہ کسی دُنْیَوی غرض سے۔

(2)... انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وراثت علم و حکمت ہی ہوتی ہے لہٰذا آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے دعا میں اسی وراثت کا ذکر فرمایا ہے۔

(3)... بیٹے کی دعا کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے

بیٹے کی دعا کرنا سنتِ انبیاء عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے مگر اس لئے کہ وہ توشۂ آخرت ہو۔ البتہ یہ یاد رہے کہ بیٹی پیدا ہونے پر غم کرنا کفار کا طریقہ ہے۔

وَ سَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وُلِدَ وَ یَوْمَ یَمُوْتُ وَ یَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا(15)

ترجمہ: اور اس پر سلامتی ہے جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن وہ فوت ہوگا اور جس دن وہ زندہ اٹھایا جائے گا۔

نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجا، اس سے معلوم ہوا کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی ولادت کے دن ان پر سلام بھیجنا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے، اسی وجہ سے اہلسنّت و جماعت بارہ ربیع الاوّل کے دن اللہ تعالیٰ کے حبیب اور تمام اَنبیاء کے سردار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ولادت کا دن مناتے ہیں اور اس دن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر درود و سلام کی کثرت کرتے ہیں، نظم و نثر کی صورت میں آپ

کی شان اور آپ کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ۔فی زمانہ کچھ لوگ اسی آیتِ مبارکہ کو بیان کرکے یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یحیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی وفات کے دن بھی ان پر سلام بھیجا گیا ہے اس لئے تم جس طرح رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے میلاد کا دن خوشی کا اظہار کرکے مناتے ہو اسی طرح ان کی وفات کا دن بھی غم ظاہر کرکے منایا کرو۔اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآنِ مجید میں اپنی نعمت کا چرچا کرنے اور اپنا فضل و رحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور چونکہ حضور پُرنور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے بڑی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت نہیں اور حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ہی اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور سب سے بڑی رحمت ہیں اس لئے جس دن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا حبیب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم عطا کیا اس دن ہم آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا میلاد مناتے، آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی عظمت و شان کے چرچے کرتے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی دنیا میں تشریف آوری کے دن خوشیاں مناتے ہیں۔

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا(18)قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ﳓ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا(19)

ترجمہ: مریم بولی: میں تجھ سے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے۔ کہا: میں تو تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

آیت ’’لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا‘‘ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... مقبول بندے اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے اللہ تعالیٰ کے بعض کاموں کو اپنی طرف منسوب کر سکتے ہیں، جیسے کسی کو بیٹا دینا در حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا کہ میں تجھے ایک پاکیزہ بیٹا عطا کروں۔

(2)... اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں

اللہ تعالیٰ کے بعض کام اس کے بندوں کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں، لہٰذا یہ کہنا درست ہے کہ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جنت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اَولیاء اولاد دیتے ہیں، وغیرہ۔

(3)... اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کو اولاد عطا کرنے کی طاقت اور اجازت دیتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت واجازت سے اولاد عطا بھی کرتے ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیل عَلَیْہِ السَّلَام کو بیٹا دینے کی طاقت اور اجازت دی اور آپ عَلَیْہِ السَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت اور اجازت سے حضرت مریم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا کو بیٹا عطا کیا۔

فَكُلِیْ وَ اشْرَبِیْ وَ قَرِّیْ عَیْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِیْۤ اِنِّیْ

نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا (26)

ترجمہ: تو کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی رکھ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ میں نے آج رحمٰن کیلئے روزہ کی نذر مانی ہے تو آج ہرگز میں کسی آدمی سے بات نہیں کروں گی۔

بیوقوف کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ بیوقوف کے جواب میں خاموش رہنا اور منہ پھیر لینا چاہیے کہ جاہلوں کے جواب میں خاموشی ہی بہتر ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ کلام کو افضل شخص کے حوالے کر دینا اَولیٰ ہے۔

(خازن، مریم، تحت الآیۃ: ۲۶، ۳/۲۳۳، مدارک، مریم، تحت الآیۃ: ۲۶، ص ۶۷۲-۶۷۱، ملتقطاً)

چپ رہنے کا روزہ منسوخ (cancelled) ہو چکا ہے:

یاد رہے کہ پہلے زمانہ میں بولنے اور کلام کرنے کا بھی روزہ ہوتا تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں کھانے اور پینے کا روزہ ہوتا ہے، البتہ ہماری شریعت میں چپ رہنے کا روزہ منسوخ ہو گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے صَومِ وصال (یعنی سحری اور افطار کے بغیر مسلسل روزہ رکھنے) اور چپ کا روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔

(مسند امام اعظم، باب العین، روایتہ عن عدی بن ثابت، ص ۱۹۲)

وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ۪-وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا(31)

ترجمہ: اور اس نے مجھے مبارک بنایا ہے خواہ میں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی تاکید فرمائی ہے جب تک میں زندہ رہوں۔

آدمی کب تک شرعی اَحکام کا پابند ہے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب تک آدمی زندہ ہے اور کوئی ایسا شرعی عذر نہیں پایا جا رہا جس سے عبادت ساقط ہو جائے تب تک شریعت کی طرف سے لازم کی گئی عبادات اور دیئے گئے احکامات کا وہ پابند ہے۔ اس میں ان لوگوں کے لئے بڑی نصیحت ہے جو شیطان کے بہکاوے میں آکر لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کی معرفت کے اتنے اعلیٰ مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اب ہم پر کوئی عبادت لازم نہیں رہی اور ہر حرام و ناجائز چیز ہمارے لئے مباح ہو چکی ہے۔

بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں

جب مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ معرفت رکھنے والی اور سب سے مقرب ہستیوں یعنی اَنبیاء و رُسُل عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام سے عبادات ساقط نہیں ہوئیں بلکہ پوری کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب زیادہ مقرب بندے اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے یعنی ہمارے آقا، محمد مصطفٰی صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

سے بھی عبادات ساقط نہیں ہوئیں تو آج کل کے جاہل اور بناوٹی صوفیا کس منہ سے کہتے ہیں کہ ہم سے عبادات ساقط ہو چکی ہیں ۔ایسے بناوٹی صوفی شریعت کے نہیں بلکہ شیطان کے پیروکار ہیں اور اس کی دی ہوئی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے لوگوں کے دین مذہب اور ایمان پر ڈاکے ڈال رہے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ایسے شریروں کے شر سے ہمیں محفوظ فرمائے، اٰمین۔

وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ٘-وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا(32)

ترجمہ: اور (مجھے) اپنی ماں سے اچھا سلوک کرنے والا (بنایا) اور مجھے متکبر، بدنصیب نہ بنایا۔

آیت ”وَبَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی والدہ ماجدہ بدکاری کی تہمت سے بری ہیں کیونکہ اگر وہ کوئی بدکار عورت ہوتیں تو ایک معصوم رسول کو ان کے ساتھ بھلائی کرنے اور ان کی تعظیم کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔

(2)...حضرت عیسٰی عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں کیونکہ آپ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس سے ماں کا مرتبہ بھی معلوم ہوا کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو بھی اُن

سے حسنِ سلوک کا فرمایا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو فطرت کے اعتبار سے ہی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بناتا ہے۔

(3)...انبیاءِ کرام عَلَیۡہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بدعقیدگی، بدعملی، بدخلقی اور سخت دلی سے معصوم ہوتے ہیں کیونکہ بدعقیدہ اور بدعمل لوگ بدبخت ہوتے ہیں۔

وَ اَعۡتَزِلُكُمۡ وَ مَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَ اَدۡعُوۡا رَبِّیۡ ۖ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوۡنَ بِدُعَآءِ رَبِّیۡ شَقِیًّا(48)

ترجمہ: اور میں تم لوگوں سے اور اللہ کے سوا جن (بتوں) کی تم عبادت کرتے ہو ان سے جدا ہوتا ہوں اور میں اپنے رب کی عبادت کرتا ہوں۔ قریب ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی وجہ سے بدبخت نہ ہوں گا۔

آیت "وَ اَعۡتَزِلُكُمۡ وَ مَا تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ" سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت سے 3 باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...بدمذہبوں کی صحبت سے بچنا چاہیے

کافروں، بدمذہبوں کے ساتھ رہنے اور ان کے ساتھ نشست برخاست رکھنے سے بچنا چاہئے، جیسے یہاں حضرت ابراہیم عَلَیۡہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے کافر چچا سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

(2)...اپنا دین نہیں چھپانا چاہئے

اپنا دین نہیں چھپانا چاہئے جیسے یہاں ذکر ہوا کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنا دین صاف اور واضح طور پر بیان کردیا کہ وہ صرف اس اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جو ان کا خالق ہے۔

(3)... اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا بدنصیب نہیں ہوسکتا بلکہ بدنصیب تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے۔

وَ اذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ٘-اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا(56)

ترجمہ: اور کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ بہت ہی سچا نبی تھا۔

کتاب اللہ کا درس دینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے:

حضرت ادریس عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے صحیفوں کا کثرت سے درس دیا کرتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا درس دینا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے

غیر عالم کا درسِ قرآنِ مجید دینے کا شرعی حکم:

یاد رہے کہ جو شخص عالم نہیں اس کا درسِ قرآن دینا جائز نہیں ہاں اگر وہ کسی سُنّی، صحیح العقیدہ ماہر عالِم کی لکھی ہوئی تفسیر سے صرف وہی الفاظ پڑھ کر سناتا ہے جو انہوں نے لکھے ہیں اور اس کی اپنی طرف سے کوئی وضاحت یا تشریح نہیں کرتا تو یہ جائز ہے، یونہی علماء میں سے بھی انہیں ہی درسِ قرآن دینا چاہئے جنہوں نے معتبر علماءِ کرام کی تفاسیر،

اَحادیث اور ان کی شروحات، فقہی اَحکام اور دیگر ضروری علوم کا مُعْتَدْبِہا (اچھا خاصا) مطالعہ کیا ہو۔

قرآنِ مجید کا درس دینے سے متعلق اہم تنبیہ:

درسِ قرآن دینے والا ہر شخص ان 3 اَحادیث کو ضرور اپنے پیشِ نظر رکھے:

(1)...حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن میں علم کے بغیر کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ، ۴/۴۳۹، الحدیث: ۲۹۵۹)

(2)...حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن میں اپنی رائے سے کچھ کہے وہ اپنا ٹھکانہ آگ سے بنائے۔

(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ، ۴/۴۳۹، الحدیث: ۲۹۶۰)

(3)...حضرت جندب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسول اکرم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ''جو قرآن میں اپنی رائے سے کہے پھر

ٹھیک بھی کہہ دے تب بھی وہ خطا کر گیا۔

(ترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ماجاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ، ۴/۴۴۰، الحدیث:۲۹۶۱)

اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ مِنْ ذُرِّیَّةِ اٰدَمَۗ-وَ مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ٘-وَّ مِنْ ذُرِّیَّةِ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْرَآءِیْلَ٘-وَ مِمَّنْ هَدَیْنَا وَ اجْتَبَیْنَاؕ-اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِیًّا(58)

السجدۃ(5)

ترجمہ: یہ وہ انبیاء ہیں جن پر اللہ نے احسان کیا، جو آدم کی اولاد میں سے ہیں اوران لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ سوار کیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں ہم نے ہدایت دی اور چن لیا۔ جب ان کے سامنے رحمٰن کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

کلام اللہ کی آیات سن کر رونا سنت انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہے

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام کی آیات سن کر رونا انبیاء کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت اور ان کا طریقہ ہے۔ سیّد المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی قرآنِ مجید کی آیات سن کر رویا کرتے تھے، جیسا کہ حضرت ابراہیم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: حضورِ

اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے فرمایا ”مجھے قرآن پاک سناؤ۔ انہوں نے عرض کی: میں (کس طرح) آپ کو قرآن مجید سناؤں حالانکہ آپ پر قرآن مجید نازل ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا ”میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میں کسی اور سے قرآن کریم سنوں۔ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو سورہ نساء کی ابتدائی آیات سنائیں اور جب اس آیت پر پہنچے

”فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا“ (النساء: ۴۱)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: تو کیسا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور اے حبیب! تمہیں ان سب پر گواہ اور نگہبان بنا کر لائیں گے۔

تو سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مبارک آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

(مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل استماع القرآن۔۔۔ الخ، ص۴۰۱، الحدیث: ۲۴۸(۸۰۰))

اس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ جب بھی قرآنِ مجید کی تلاوت کرے تو اپنے گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی گرفت و عذاب کو یاد کرکے رویا کرے اور اگر اسے رونا نہ آئے تو رونے والوں جیسی صورت بنالے۔

سجدہ تو کرلیا مگر آنسو نہ نکلے:

یاد رہے کہ زیرِ تفسیر آیت ان آیات میں سے ہے جنہیں پڑھنے اور سننے والے پر

سجدہ تلاوت کرنا واجب ہے۔

آیت ”اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ“ سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)... اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت کرنا اور تلاوت کرا کر سننا دونوں ہی پسندیدہ طریقے ہیں۔

(2)... اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت خشوع و خضوع کے ساتھ کرنا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہے۔

(3)... کلام اللہ کو پڑھ کر گریہ و زاری کرنا انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی سنت ہے

اللہ تعالیٰ کے کلام کو پڑھ یا سن کر عذاب کے خوف یا دل کے ذوق کی وجہ سے گریہ و زاری کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور اس کے انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَۚ-لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَۚ-وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا(64)

ترجمہ: اور ہم فرشتے صرف آپ کے رب کے حکم سے ہی اترتے ہیں۔ سب اسی کا ہے جو ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو اس کے

درمیان ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ بھول سے پاک ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ کچھ بھول جائے۔ اِس سے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی سخت ضرورت ہے جو مذاق میں کسی بوڑھے کے بارے میں یا کسی چیز کے بارے میں کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اسے بھول ہی گیا ہے۔ یہ کہنا صریح کفر ہے اور ایسا کہنے والا کافر ہے۔

وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَاۚ-كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِیًّا(71)

ترجمہ: اور تم میں سے ہر ایک دوزخ پر سے گزرنے والا ہے۔ یہ تمہارے رب کے ذمہ پر حتمی فیصلہ کی ہوئی بات ہے۔

پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں:

اس آیت کی تفسیر میں پل صراط سے گزرنے کا بھی ذکر ہوا، اس مناسبت سے یہاں پل صراط سے متعلق چند اہم باتیں ملاحظہ ہوں، چنانچہ صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "صراط حق ہے۔ یہ ایک پل ہے کہ پشتِ جہنم پر نصب کیا جائے گا۔ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ جنت میں جانے کا یہی راستہ ہے۔ سب سے پہلے نبی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ گزر فرمائیں گے، پھر اور اَنبیا و مُرسَلین، پھر یہ اُمت پھر اور اُمتیں گزریں گی اور حسبِ اِختلافِ

اعمال پل صراط پر لوگ مختلف طرح سے گزریں گے، بعض تو ایسے تیزی کے ساتھ گزریں گے جیسے بجلی کا کوندا کہ ابھی چمکا اور ابھی غائب ہو گیا اور بعض تیز ہوا کی طرح، کوئی ایسے جیسے پرند اڑتا ہے اور بعض جیسے گھوڑا دوڑتا ہے اور بعض جیسے آدمی دوڑتا ہے، یہاں تک کہ بعض شخص سرین پر گھسٹتے ہوئے اور کوئی چیونٹی کی چال جائے گا اور پل صراط کے دونوں جانب بڑے بڑے آنکڑے (اللہ (عَزَّوَجَلَّ) ہی جانے کہ وہ کتنے بڑے ہونگے) لٹکتے ہوں گے، جس شخص کے بارے میں حکم ہو گا اُسے پکڑ لیں گے، مگر بعض تو زخمی ہو کر نجات پا جائیں گے اور بعض کو جہنم میں گرا دیں گے اور یہ ہلاک ہوا۔ یہ تمام اہلِ محشر تو پل پر سے گزرنے میں مشغول، مگر وہ بے گناہ، گناہگاروں کا شفیع پل کے کنارے کھڑا ہوا بکمالِ گریہ وزاری اپنی اُمتِ عاصی کی نجات کی فکر میں اپنے رب سے دُعا کر رہا ہے: ''رَبِّ سَلِّمْ سَلِّمْ'' اِلٰہی! ان گناہگاروں کو بچا لے بچا لے۔ اور ایک اسی جگہ کیا! حضور (صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ) اُس دن تمام مواطن میں دورہ فرماتے رہیں گے، کبھی میزان پر تشریف لے جائیں گے، وہاں جس کے حسنات میں کمی دیکھیں گے، اس کی شفاعت فرما کر نجات دلوائیں گے اور فوراً ہی دیکھو تو حوضِ کوثر پر جلوہ فرما ہیں، پیاسوں کو سیراب فرما رہے ہیں اور وہاں سے پل پر رونق افروز ہوئے اور گرتوں کو بچایا۔ غرض ہر جگہ انھیں کی دوہائی، ہر شخص انھیں کو پکارتا، انھیں سے فریاد کرتا ہے اور اُن کے سوا کس کو پکارے۔۔۔؟! کہ ہر ایک تو اپنی فکر میں ہے،

دوسروں کو کیا پوچھے، صرف ایک یہی ہیں، جنہیں اپنی کچھ فکر نہیں اور تمام عالَم کا بار اِن کے ذمے۔ (بہار شریعت، حصہ اول، معادو حشر کا بیان، ۱/۱۴۷-۱۴۹)

اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْ كَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوْتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا(77) اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا(78) كَلَّاؕ-سَنَكْتُبُ مَا یَقُوْلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا(79) وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ وَ یَاْتِیْنَا فَرْدًا(80)

ترجمہ: توکیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے ہماری آیتوں کے ساتھ کفر کیا اور کہتا ہے، مجھے ضرور مال اور اولاد دیئے جائیں گے۔ کیا اسے غیب کی اطلاع مل گئی ہے یا اس نے رحمٰن کے پاس کوئی عہد کر رکھا ہے؟ ہرگز نہیں! اب ہم لکھ رکھیں گے جو وہ کہتا ہے اور اسے خوب لمبا عذاب دیں گے۔ اور وہ جو چیزیں کہہ رہا ہے اس کے ہم وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس تنہا آئے گا۔

سورہ مریم کی آیت نمبر 77 تا 80 سے حاصل ہونے والی معلومات:

ان آیات سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا کفار کا طریقہ ہے

شریعت کے احکام کا مذاق اڑانا کفار کا طریقہ ہے۔ اس سے وہ لوگ اپنے طرزِ عمل پر غور کر لیں جو حدود و قصاص اور نکاح و طلاق وغیرہ سے متعلق شریعت کے اَحکام کا

مذاق اڑاتے اور انہیں انسانیت سوز اَحکام ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(2)...مرنے کے بعد اور قیامت کے دن کفار کا مال و اولاد انہیں کچھ کام نہ آئے گا۔ یاد رہے کہ مومن کا مال اور اس کی اولاد کے ساتھ یہ معاملہ نہ ہو گا بلکہ اسے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خاطر راہِ خدا میں خرچ کیا ہوا مال بھی کام آئے گا اور اس کی نیک اولاد سے بھی اسے فائدہ حاصل ہو گا۔

سورۃ طٰہٰ

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى(5) لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا وَ مَا تَحْتَ الثَّرٰى(6)

ترجمہ: وہ بڑا مہربان ہے، اس نے عرش پر اِستواء فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی (زمین) کے نیچے ہے۔

عرش پر اِستوا فرمانے سے متعلق ایک اہم بات:

اللہ تعالیٰ کے اپنی شان کے لائق عرش پر اِستواء فرمانے کی تفصیل سورہ اَعراف کی آیت نمبر 54 کی تفسیر کے تحت گزر چکی ہے، یہاں اس سے متعلق ایک اہم بات یاد رکھیں، چنانچہ حضرت امام مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے مروی ہے کہ کسی شخص نے

آکر اس آیت کا مطلب دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر کس طرح اِستواء فرمایا تو آپ نے تھوڑے سے تَوَقُّف کے بعد فرمایا ”ہمیں یہ معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اِستواء فرمایا لیکن اس کی کَیفیت کیا تھی وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے البتہ اس پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کے بارے میں گفتگو کرنا بدعت ہے۔

(بغوی، الاعراف، تحت الآیۃ:۵۴، ۲/۱۳۷)

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى(10)

ترجمہ: جب اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے فرمایا: ٹھہرو، بیشک میں نے ایک آگ دیکھی ہے شاید میں تمہارے پاس اس میں سے کوئی چنگاری لے آؤں یا آگ کے پاس کوئی راستہ بتانے والا پاؤں۔

زوجہ اہلِ بیت میں داخل ہے:

اس آیت میں حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی زوجہ کو ”اہل“ فرمایا گیا، اس سے معلوم ہوا کہ بیوی اہلِ بیت میں سے ہوتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سرکارِ دوعالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اَزواجِ مُطَہَّرات رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُنَّ آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اہلِ بیت میں داخل ہیں۔

فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى(11) اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَۚ-اِنَّكَ بِالْوَادِ

الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿12﴾

ترجمہ: پھر وہ جب آگ کے پاس آئے تو ندا فرمائی گئی کہ اے موسیٰ۔ بیشک میں تیرا رب ہوں تو تو اپنے جوتے اتار دے بیشک تو پاک وادی طویٰ میں ہے۔

آیت "فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ" سے حاصل ہونے والی معلومات:

اس آیت اور اس کی تفسیر سے چار باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...مقدس جگہ (Holyplace) پر جوتے اتار کر حاضر ہونا چاہیے

پاک اور مقدس جگہ پر جوتے اتار کر حاضر ہونا چاہیے کہ یہ ادب کے زیادہ قریب ہے۔

(2)...جوتے اتار کر مناجات کرنی چاہیے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور مُناجات کرتے وقت جوتے اتار دینے چاہئیں۔

(3)...مقدس جگہ سے برکت حاصل کرنے کے لئے اس کے ساتھ اپنا بدن مَس کر سکتے ہیں۔

(4)...مقدس جگہ کا ادب و احترام کرنا انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی سنت ہے

مقدس جگہ کا ادب و احترام کرنا چاہیے کہ یہ انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔ اسی وجہ سے انبیاءِ کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام اور اولیاءِ عظام رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی

عَلَیۡہِمۡ کے مزارات اور اس سرزمین کا ادب کیا جاتا ہے جہاں وہ آرام فرما ہیں۔ ہمارے بزرگانِ دین مقدس مقامات کا ادب کس طرح کیا کرتے تھے اس سلسلے میں ایک حکایات ملاحظہ ہو، چنانچہ

حضرت امام شافعی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ فرماتے ہیں: میں نے (مدینہ منورہ میں) حضرت امام مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ کے دروازے پر خراسان کے گھوڑوں کا ایک ایسا ریوڑ دیکھا کہ میں نے اس سے اچھا نہیں دیکھا تھا۔ میں نے حضرت امام مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ سے عرض کی: یہ کتنا خوبصورت ہے۔ انہوں نے فرمایا "اے ابو عبداللہ! یہ میری طرف سے تمہارے لئے تحفہ ہے۔ میں نے عرض کی: آپ اس میں سے ایک جانور اپنی سواری کے لئے رکھ لیں۔ آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنۡہُ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالیٰ سے حیا آتی ہے کہ میں اس مبارک مٹی کو جانور کے (اوپر سوار ہو کر اس کے) کھروں سے روندوں جس میں اللہ تعالیٰ کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ (کا روضۂ انور) موجود ہے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب العلم، الباب الثانی فی العلم المحمود والمذموم واقسامھما۔۔۔ الخ، ۴۸/۱)

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

وَ مَا تِلۡكَ بِیَمِیۡنِكَ یٰمُوۡسٰی (17)

ترجمہ: اور اے موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

سوال پوچھنے کی وجہ لاعلمی ہونا ضروری نہیں:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال ہمیشہ پوچھنے والے کی لاعلمی کی بنا پر نہیں ہوتا بلکہ اس میں کچھ اور بھی حکمتیں ہوتی ہیں۔ لہٰذا کسی موقعہ پر حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا کسی سے کچھ پوچھنا حضور انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بے خبر ہونے کی دلیل نہیں۔

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى (59)

ترجمہ: موسیٰ نے فرمایا: تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کرلئے جائیں۔

کفار کے میلے میں جانے کا شرعی حکم:

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی ضرورت کے وقت مسلمان کو کفار کے میلے میں جانا جائز ہے جیسے حضرت موسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مقابلہ کے لئے کفار کے میلہ میں گئے اور حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت شکنی کے لئے بت خانہ میں گئے۔ اور شرعی ضرورت کے علاوہ تجارت یا کسی اور غرض سے جانے کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ میلہ کفار کا مذہبی ہے جس میں جمع ہوکر اعلانِ کفر اور شرکیہ رسمیں ادا کریں تو تجارت کی غرض سے بھی جانا ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے، اور ہر مکروہِ تحریمی صغیرہ، اور ہر صغیرہ اِصرار سے کبیرہ گناہ بن جاتا ہے۔ اور اگر وہ مجمع کفار کا مذہبی نہیں بلکہ صرف

لہوولعب کا میلہ ہے تومحض تجارت کی غرض سے جانا فی نفسہٖ ناجائز وممنوع نہیں جبکہ یہ کسی گناہ کی طرف نہ لے جاتا ہو۔ پھر بھی کراہت سے خالی نہیں کہ وہ لوگ ہر وقت مَعَاذَ اللہ لعنت اترنے کا محل ہیں اس لئے اُن سے دوری ہی بہتر ہے۔۔۔ نیز یہ جواز بھی اُسی صورت میں ہے کہ اسے وہاں جانے میں کسی معصیت کا ارتکاب نہ کرنا پڑے مثلاً جلسہ ناچ رنگ کا ہو اور اسے اس جلسے سے دور اور لاتعلق علاقے میں جگہ نہ ہو تو یہ جانا معصیت کو مستلزم ہوگا اور ہر وہ چیز جو معصیت کو مستلزم ہو وہ معصیت ہوتی ہے اور یہ جانا محض تجارت کی غرض سے ہو نہ کہ تماشا دیکھنے کی نیت سے کیونکہ اس نیت سے جانا مطلقاً ممنوع ہے اگرچہ وہ مجمع غیر مذہبی ہو۔

(فتاوی رضویہ، ۲۳/۵۲۳-۵۲۶، ملخصًا)

قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ السَّامِرِيُّ(85)

ترجمہ: فرمایا، توہم نے تیرے آنے کے بعد تیری قوم کو آزمائش میں ڈال دیا اور سامری نے انہیں گمراہ کردیا۔

سبب کی طرف نسبت کرنا جائز ہے:

اس آیت میں اِضلال یعنی گمراہ کرنے کی نسبت سامری کی طرف فرمائی گئی کیونکہ وہ اس کا سبب اور باعث بنا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو اس کے سبب کی طرف منسوب کرنا جائز ہے، اسی طرح یوں کہہ سکتے ہیں کہ ماں باپ نے پرورش کی، دینی

پیشواؤں نے ہدایت کی، اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم نے حاجت روائی فرمائی اور بزرگوں نے بلا دفع کی۔

یَوْمَىٕذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا(109)

ترجمہ: اس دن کسی کی شفاعت کام نہ دے گی سوائے اس کے جسے رحمٰن نے اجازت دیدی ہو اور اس کی بات پسند فرمائی ہو۔

اہلِ ایمان کی شفاعت کی دلیل:

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے قیامت کے دن مومن کے علاوہ کسی اور کی شفاعت نہ ہوگی اور کہا گیا ہے کہ شفاعت کرنے والے کا درجہ بہت عظیم ہے اور یہ اسے ہی حاصل ہوگا جسے اللہ تعالیٰ اجازت عطا فرمائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پسندیدہ ہوگا۔

(خازن، طہ، تحت الآیۃ: ۱۰۹، ۳/۲۶۴)

وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا(115)

ترجمہ: اور بیشک ہم نے آدم کو اس سے پہلے تاکیدی حکم دیا تھا تو وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا کوئی مضبوط ارادہ نہ پایا تھا۔

آیت ”وَ لَقَدْ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اٰدَمَ“ سے معلوم ہونے والے عقائد و مسائل:

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...جو کام سہواً ہو وہ گناہ نہیں ہوتا

حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جان بوجھ کر ممنوعہ درخت سے نہیں کھایا بلکہ اس کی وجہ اللہ تعالیٰ کا حکم یاد نہ رہنا تھا اور جو کام سہواً ہو وہ نہ گناہ ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی مُواخذہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''قرآن عظیم کے عُرف میں اِطلاقِ معصیت عمد (یعنی جان بوجھ کر کرنے) ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالیٰ '' وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ ''(طٰہٰ:۱۲۱) آدم نے اپنے رب کی معصیت کی۔ حالانکہ خود فرماتا ہے ''فَنَسِیَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا '' آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا۔ لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مؤاخذہ۔ (فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۰)

اسی آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ آیتِ مبارکہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت کو بڑے واضح طور پر بیان کرتی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھول گئے تھے اور ان کا نافرمانی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

(2)...ترک اولیٰ ہرگز گناہ نہیں

ہم جیسوں کے لئے بھول چوک معاف ہے مگر انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر ان کی عظمت و شان کی وجہ سے اس بنا پر بھی بعض اوقات پُرسش ہو جاتی ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ''جتنا قرب زائد اسی

قدر احکام کی شدت زیادہ۔ ع

جن کے رتبے ہیں سوا اُن کو سوا مشکل ہے

بادشاہِ جبّار، جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سن لے گا (اور اس کے ساتھ) جو برتاؤ گوارا کرے گا (وہ) ہر گز شہریوں سے پسند نہ کرے گا (اور) شہریوں میں بازاریوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء، (الغرض) ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے، اس لیے وارد ہوا "حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ" نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترکِ اَولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہر گز گناہ نہیں۔ (فتاوی رضویہ، ۲۹/۴۰۰)

(3)...شیطان سے رہیں ہوشیار

ہر شخص شیطان سے ہوشیار رہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم تھے اور جنت محفوظ جگہ تھی پھر بھی ابلیس نے اپنا کام کر دکھایا، تو ہم لوگ کس شمار میں ہیں۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَؕ-اَبٰى(116)

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب سجدے میں گر گئے، اس نے انکار کر دیا۔

تعظیم کے طور پر غیرِ خدا کو سجدہ کرنے کا شرعی حکم:

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”سجدہ تحیت، اگلی شریعتوں میں جائز تھا۔ ملائکہ نے بحکمِ الٰہی حضرت سیدنا آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا۔ حضرت سیدنا یعقوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور ان کی زوجہ مقدسہ اور ان کے گیارہ صاحبزادوں نے حضرت یوسف عَلَیْہِ السَّلَام کو سجدہ کیا۔۔۔۔ ہاں ہماری شریعتِ مطہرہ نے غیرِ خدا کے لئے سجدہ تحیت حرام کیا ہے اس سے بچنا فرض ہے۔

(فتاوی رضویہ، ۲۲/۴۱۸-۴۱۷)

فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ٘-وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى(121)

ترجمہ: تو ان دونوں نے اس درخت میں سے کھا لیا تو ان پر ان کی شرم کے مقام ظاہر ہوگئے اور وہ جنت کے پتے اپنے اوپر چپکانے لگے اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مقصد چاہا تھا وہ نہ پایا۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت سے متعلق اہلسنّت وجماعت کا عقیدہ:

یاد رہے کہ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے لغزش کا واقع ہونا ارادے اور نیت سے نہ تھا بلکہ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ارادہ اور نیت حکم کو پورا کرنے اور اس چیز سے بچنے کا تھا جو جنت سے نکال دیئے جانے کا سبب بنے، لہٰذا کسی شخص کے

لئے تاویل کے بغیر حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف نافرمانی کی نسبت کرنا جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے راضی ہے اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت کرنے سے معصوم ہیں۔ (صاوی، طہ، تحت الآیۃ: ۱۲۱، ۴/۱۲۸۳)

یہاں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عِصمت سے متعلق اہلسنّت وجماعت کے عقیدے کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ کے ایک کلام کا خلاصہ ملاحظہ ہو ”اہلِ حق یعنی اہلِ اسلام اور اہلسنّت وجماعت شاہراہِ عقیدت پر چل کر منزلِ مقصود کو پہنچے جبکہ سرکشی کرنے والے اور اہلِ باطل تفصیلات میں ڈوب کر اور ان میں ناحق غور کر کے گمراہی کے گڑھے اور بددینی کی گمراہیوں میں جا پڑے، انہوں نے کہیں دیکھا ”وَ عَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى“ کہ اس میں عصیاں اور بظاہر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کی جانب کی گئی ہے۔ کہیں سنا ”لِیَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَ مَا تَاَخَّرَ“ جس سے ذنب یعنی گناہ اور اس کی بخشش کی نسبت کا حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی جنابِ والا کی جانب گمان ہوتا ہے۔ کبھی حضرت موسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام اور قومِ فرعون کے قبطی کا قصہ یاد آیا کہ آپ نے قبطی کو ظلم پر آمادہ پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قبطی (مر کر) قبر کی گہرائی میں پہنچا۔ کبھی حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور اُن کے ایک اُمتی اوریّاہ کا فسانہ سن پایا

حالانکہ یہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر یہودیوں کا الزام تھا جسے انہوں نے خوب اچھالا اور عوام الناس کی زبان پر عام ہو گیا حتّٰی کہ اس کی شہرت کی بنا پر احوال کی تحقیق اور تفتیش کے بغیر بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من وعن بیان فرما دیا، جب کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل ولغو ہے۔ غرض بے عقل ،بے دینوں اور بے دین بد عقلوں نے یہ افسانہ سن پایا تو چون وچرا کرنے لگے، پھر خدا ورسول کی ناراضی کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور اُلٹا ''خُضْتُمْ كَالَّذِیْ خَاضُوْا'' (اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے) نے ''وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ'' (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا۔

مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضرات انبیائے کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کبیرہ گناہوں سے مُطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عمداً ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو مخلوق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوقِ خدا اِن کے باعث اُن سے دور بھاگے، نیز ایسے افعال سے جو وجاہت ومروت اور معززین کی شان ومرتبہ کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں۔

(فتاوی رضویہ، رسالہ: اعتقاد الاحباب، عقیدہ خامسہ، ۲۹/۳۶۰-۳۵۹)

سورۃ اَلۡاَنۡبِیَآء

وَ مَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ(7)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے مرد ہی بھیجے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے۔

کوئی عورت (Woman) نبی نہ ہوئی

اس سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء عَلَیۡهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مرد تھے، کوئی عورت نبی نہ ہوئی۔

شرعی معلومات نہ ہونے اور نہ لینے کے نقصانات:

اس آیت میں نہ جاننے والے کو جاننے والے سے پوچھنے کا حکم دیا گیا کیونکہ ناواقف کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں کہ وہ واقف سے دریافت کرے اور جہالت کے مرض کا علاج بھی یہی ہے کہ عالم سے سوال کرے اور اس کے حکم پر عمل کرے اور جو اپنے اس مرض کا علاج نہیں کرتا وہ دنیا و آخرت میں بہت نقصان اٹھاتا ہے۔ یہاں اس کے چند نقصانات ملاحظہ ہوں

(1)... ایمان ایک ایسی اہم ترین چیز ہے جس پر بندے کی اُخروی نجات کا

دارومدار ہے اور ایمان صحیح ہونے کے لئے عقائد کا درست ہونا ضروری ہے، لہٰذا صحیح اسلامی عقائد سے متعلق معلومات ہونا لازمی ہے۔ اب جسے اُن عقائد کی معلومات نہیں جن پر بندے کا ایمان درست ہونے کا مدار ہے تو وہ اپنے گمان میں یہ سمجھ رہا ہو گا کہ میرا ایمان صحیح ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس بھی ہو سکتی ہے اور اگر حقیقت برعکس ہوئی اور حالتِ کفر میں مر گیا تو آخرت میں ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہنا پڑے گا اور اس کے انتہائی دردناک عذابات سہنے ہوں گے۔

(2)... عبادات کو شرعی طریقے کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے

فرض و واجب اور دیگر عبادات کو شرعی طریقے کے مطابق ادا کرنا ضروری ہے، اس لئے ان کے شرعی طریقے کی معلومات ہونا بھی ضروری ہے۔ اب جسے عبادات کے شرعی طریقے اور اس سے متعلق دیگر ضروری چیزوں کی معلومات نہیں ہوتیں اور نہ وہ کسی عالم سے معلومات حاصل کرتا ہے تو مشقت اٹھانے کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے نماز کے درست اور قابلِ قبول ہونے کے لئے "طہارت" ایک بنیادی شرط ہے اور جس کی طہارت درست نہ ہو تو وہ اگرچہ برسوں تک تہجد کی نماز پڑھتا رہے، پابندی کے ساتھ پانچوں نمازیں با جماعت ادا کرتا رہے اور ساری ساری رات نوافل پڑھنے میں مصروف رہے، اس کی یہ تمام عبادات رائیگاں جائیں گی اور وہ ان کے ثواب سے محروم رہے گا۔

(3)... کاروباری، معاشرتی اور ازدواجی زندگی کے بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کے لئے شریعت نے کچھ اصول اور قوانین مقرر کئے ہیں اور انہی اصولوں پر اُن معاملات کے حلال یا حرام ہونے کا مدار ہے اور جسے ان اصول و قوانین کی معلومات نہ ہو اور نہ ہی وہ کسی سے ان کے بارے میں معلومات حاصل کرے تو حلال کی بجائے حرام میں مبتلا ہونے کا چانس (Chance) زیادہ ہے اور حرام میں مبتلا ہونا خود کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا حقدار ٹھہرانا ہے۔

سرِ دست یہ تین بنیادی اور بڑے نقصانات عرض کئے ہیں ورنہ شرعی معلومات نہ لینے کے نقصانات کی ایک طویل فہرست ہے جسے یہاں ذکر کرنا ممکن نہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو عقائد، عبادات، معاملات اور زندگی کے ہر شعبے میں شرعی معلومات حاصل کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

فرض علوم سیکھنے کی ضرورت و اہمیت

یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ ہر آدمی پر اپنی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہے نمازی پر نماز کے، روزہ رکھنے والے پر روزے کے، زکوٰۃ دینے والے پر زکوٰۃ کے، حاجی پر حج کے، تجارت کرنے والے پر خرید و فروخت کے، قسطوں پر کاروبار کرنے والے کے لئے اس کاروبار کے، مزدوری پر کام کرنے والے کے لئے اجارے کے، شرکت پر کام کرنے والے کے لئے شرکت کے، مُضاربت کرنے

والے پر مضاربت کے (مضاربت یہ ہوتی ہے کہ مال ایک کا ہے اور کام دوسرا کرے گا)، طلاق دینے والے پر طلاق کے، میت کے کفن و دفن کرنے والے پر کفن و دفن کے، مساجد و مدارس، یتیم خانوں اور دیگر ویلفیئرز کے مُتَوَلّیوں پر وقف اور چندہ کے مسائل سیکھنا فرض ہے۔ یونہی پولیس، بجلی سپلائی کرنے والی کمپنیوں اور دیگر محکموں کے ملازمین نیز جج اور کسی بھی ادارے کے افسر و ناظمین پر رشوت کے مسائل سیکھنا فرض ہیں۔ اسی طرح عقائد کے مسائل سیکھنا یونہی حسد، بغض، کینہ، تکبر، ریا وغیرہا جملہ اُمور کے متعلق مسائل سیکھنا ہر اس شخص پر لازم ہے جس کا ان چیزوں سے تعلق ہو پھر ان میں فرائض و مُحرّمات کا علم فرض اور واجبات و مکروہِ تحریمی کا علم سیکھنا واجب ہے اور سنتوں کا علم سیکھنا سنت ہے۔

اس مفہوم کی ایک حدیث حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم سے روایت ہے، سرکارِ دو عالَم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: علم کا طلب کرنا ہر مومن پر فرض ہے یہ کہ وہ روزہ، نماز اور حرام اور حدود اور احکام کو جانے۔

(الفقیہ والمتفقہ، وجوب التفقہ فی الدین علی کافۃ المسلمین، ۱/۱۶۸، الحدیث: ۱۵۷)

اس حدیث کی شرح میں خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان ”علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے“ کا معنی یہ ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ اپنی موجودہ حالت کے مسائل سیکھے جس پر اس کی

لاعلمی کو قدرت نہ ہو۔

(الفقیہ والمتفقہ، وجوب التفقّہ فی الدِّین علی کافۃ المسلمین، ۱/۱۷۱)

اسی طرح کا ایک اور قول حضرت حسن بن ربیع رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے پوچھا کہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ کی تفسیر کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ وہ علم نہیں ہے جس کو تم آج کل حاصل کر رہے ہو بلکہ علم کا طلب کرنا اس صورت میں فرض ہے کہ آدمی کو دین کا کوئی مسئلہ پیش آئے تو وہ اس مسئلے کے بارے میں کسی عالم سے پوچھے یہاں تک کہ وہ عالم اسے بتادے۔

(الفقیہ والمتفقہ، وجوب التفقّہ فی الدِّین علی کافۃ المسلمین، ۱/۱۷۱، روایت نمبر: ۱۶۲)

حضرت علی بن حسن بن شقیق رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ فرماتے ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن مبارک رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُ سے پوچھا: علم سیکھنے کے اندر وہ کیا چیز ہے جو لوگوں پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ یہ ہے کہ آدمی کسی کام کی طرف قدم نہ اٹھائے جب تک اس کے بارے میں سوال کرکے اس کا حکم سیکھ نہ لے، یہ وہ علم ہے جس کا سیکھنا لوگوں پر واجب ہے۔ اور پھر اپنے اس کلام کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: اگر کسی بندے کے پاس مال نہ ہو تو اس پر واجب نہیں کہ زکوٰۃ کے مسائل سیکھے بلکہ جب اس کے پاس دو سو درہم (ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات

تولے سونا) آجائے تو اس پر یہ سیکھنا واجب ہو گا کہ وہ کتنی زکوٰۃ ادا کرے گا؟ اور کب نکالے گا؟ اور کہاں نکالے گا؟ اور اسی طرح بقیہ تمام چیزوں کے احکام ہیں۔ (یعنی جب کوئی چیز پیش آئے گی تو اس کی ضرورت کے مسائل سیکھنا ضروری ہو جائے گا)

(الفقیہ والمتفقہ، وجوب التفقّہ فی الدِّین علی کافۃ المسلمین، ۱/۱۷۱، روایت نمبر: ۱۶۳)

امام ابوبکر احمد بن علی خطیب بغدادی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”ہر مسلمان پر یہ بات واجب ہے کہ وہ کھانے پینے، پہننے میں اور پوشیدہ امور کے متعلق ان چیزوں کا علم حاصل کرے جو اس کے لیے حلال ہیں اور جو اس پر حرام ہیں۔ یونہی خون اور اموال میں جو اس پر حلال ہے یا حرام ہے یہ وہ تمام چیزیں ہیں جن سے بے خبر (غافل) رہنا کسی کو بھی جائز نہیں ہے اور ہر شخص پر فرض ہے کہ وہ ان چیزوں کو سیکھے۔۔۔۔اور امام یعنی حاکمِ وقت عورتوں کے شوہروں کو اور لونڈیوں کے آقاؤں کو مجبور کرے کہ وہ انہیں وہ چیزیں سکھائیں جن کا ہم نے ذکر کیا اور حاکمِ وقت پر فرض ہے کہ وہ لوگوں کی اس بارے میں پکڑ کرے اور جاہلوں کو سکھانے کی جماعتیں ترتیب دے اور ان کے لئے بیت المال کے اندر رزق مقرر کرے اور علماء پر واجب ہے کہ وہ جاہلوں کو وہ چیزیں سکھائیں جن سے وہ حق و باطل میں فرق کرلیں۔

(الفقیہ والمتفقہ، وجوب التفقّہ فی الدِّین علی کافۃ المسلمین، ۱/۱۷۴)

ضرورت کی بقدر علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے

ان تمام اَقوال سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علمِ دین سیکھنا صرف کسی ایک خاص گروہ کا کام نہیں بلکہ اپنی ضرورت کی بقدر علم سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے ۔لیکن نہایت افسوس کی بات ہے کہ آج مسلمانوں کی اکثریت علمِ دین سے دور نظر آتی ہے۔ نمازیوں کو دیکھیں تو چالیس چالیس سال نماز پڑھنے کے باوجود حال یہ ہے کہ کسی کو وضو کرنا نہیں آتا تو کسی کو غسل کا طریقہ معلوم نہیں، کوئی نماز کے فرائض کو صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتا تو کوئی واجبات سے جاہل ہے، کسی کی قرأت درست نہیں تو کسی کا سجدہ غلط ہے۔ یہی حال دیگر عبادات کا ہے خصوصًا جن لوگوں نے حج کیا ہو ان کو معلوم ہے کہ حج میں کس قدر غلطیاں کی جاتی ہیں !ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہوتی ہے جو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بس حج کے لئے چلے جاؤ جو کچھ لوگ کر رہے ہوں گے وہی ہم بھی کر لیں گے۔ جب عبادات کا یہ حال ہے تو دیگر فرض علوم کا حال کیا ہو گا؟ یونہی حسد، بغض، کینہ، تکبر، غیبت، چغلی، بہتان اور نجانے کتنے ایسے امور ہیں جن کے مسائل کا جاننا فرض ہے لیکن ایک بڑی تعداد کو ان کی تعریف کا پتہ تک نہیں بلکہ ان کی فرضیت تک کا علم نہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا گناہ ہونا عمومًا لوگوں کو معلوم ہوتا ہے اور وہ چیزیں جن کے بارے میں بالکل بے خبر ہیں جیسے خرید وفروخت، ملازمت، مسجد و مدرسہ اور دیگر بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں کہ ان کے کچھ مسائل بھی ہیں، بس ہر طرف ایک اندھیر نگری مچی ہوئی ہے، ایسی

صورت میں ہر شخص پر ضروری ہے خود بھی علم سیکھے اور جن پر اس کا بس چلتا ہو انہیں بھی علم سیکھنے کی طرف لائے اور جنہیں خود سکھا سکتا ہے انہیں سکھائے۔

اگر تمام والدین اپنی اولاد کو اور تمام اساتذہ اپنے شاگردوں کو اور تمام پیر صاحبان اپنے مریدوں کو اور تمام افسران و صاحبِ اِقتدار حضرات اپنے ماتحتوں کو علمِ دین کی طرف لگا دیں تو کچھ ہی عرصے میں ہر طرف دین اور علم کا دَور دورہ ہو جائے گا اور لوگوں کے معاملات خود بخود شریعت کے مطابق ہوتے جائیں گے۔ فی الوقت جو نازک صورتِ حال ہے اس کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ ایک مرتبہ سناروں کی ایک بڑی تعداد کو ایک جگہ جمع کیا گیا جب ان سے تفصیل کے ساتھ ان کا طریقۂ کار معلوم کیا گیا تو واضح ہوا کہ اس وقت سونے چاندی کی تجارت کا جو طریقہ رائج ہے وہ تقریبًا اسی فیصد خلافِ شریعت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ہماری دیگر تجارتیں اور ملازمتیں بھی کچھ اسی قسم کی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔

جب معاملہ اتنا نازک ہے تو ہر شخص اپنی ذمہ داری کو محسوس کر سکتا ہے، اس لئے ہر شخص پر ضروری ہے کہ علمِ دین سیکھے اور حتّی الامکان دوسروں کو سکھائے یا اس راہ پر لگائے اور یہ محض ایک مشورہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے محبوب صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا حکم ہے، چنانچہ حضرت انس بن مالک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر ایک حاکم ہے

اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا پس شہر کا حکمران لوگوں پر حاکم ہے اس سے اس کے ماتحت لوگوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر حاکم ہے اور اس سے اس کی بیوی کے بارے میں اور ان (غلام لونڈیوں) کے بارے میں پوچھا جائے گا جن کا وہ مالک ہے۔

(معجم صغیر، باب الدال، من اسمہ: داود، ص۱۶۱)

مذکورہ بالا حدیث میں اگرچہ ہر بڑے کو اپنے ماتحت کو علم سکھانے کا فرمایا ہے لیکن والدین پر اپنی اولاد کی ذمہ داری چونکہ سب سے زیادہ ہے اس لئے ان کو بطورِ خاص تاکید فرمائی گئی ہے، چنانچہ حضرت عثمان الحاطبی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا کو سنا کہ آپ ایک شخص کو فرما رہے تھے: اپنے بیٹے کو ادب سکھاؤ، بے شک تم سے تمہارے لڑکے کے بارے میں پوچھا جائے گا جو تم نے اسے سکھایا اور تمہارے اس بیٹے سے تمہاری فرمانبرداری اور اطاعت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(شعب الایمان، الستون من شعب الایمان۔۔۔ الخ، ۶/۴۰۰، روایت نمبر: ۸۶۶۲)

اس حدیث پر والدین کو خصوصاً غور کرنا چاہیے کیونکہ قیامت کے دن اولاد کے بارے میں یہی گرفت میں آئیں گے، اگر صرف والدین ہی اپنی اولاد کی دینی تربیت و تعلیم کی طرف بھرپور توجہ دے لیں تو علمِ دین سے دوری کا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ مگر

افسوس کہ دُنیوی علوم کے سکھانے میں تو والدین ہر قسم کی تکلیف گوارا کرلیں گے ،اسکول کی بھاری فیس بھی دیں گے، کتابیں بھی خرید کر دیں گے اور نجانے کیا کیا کریں گے لیکن علمِ دین جو ان سب کے مقابلے میں ضروری اور مفید ہے اس کے بارے میں کچھ بھی توجہ نہیں دیں گے، بلکہ بعض ایسے بد قسمت والدین کو دیکھا ہے کہ اگر اولاد دین اور علمِ دین کی طرف راغب ہوتی ہے تو انہیں جبراً منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں کیا رکھا ہے۔ ہم دنیوی علم کی اہمیت و ضرورت کا انکار نہیں کرتے لیکن یہ دینی علم کے بعد ہے اور والدین کا یہ کہنا کہ علمِ دین میں رکھا ہی کیا ہے؟ یہ بالکل غلط جملہ ہے۔ اول تو یہ جملہ ہی کفریہ ہے کہ اس میں علمِ دین کی تحقیر ہے۔ دوم اسی پر غور کرلیں کہ علمِ دین سیکھنا اور سکھانا افضل ترین عبادت، انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کی وراثت، دنیا و آخرت کی خیر خواہی اور قبر و حشر کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ آج نہیں تو کل جب حساب کے لئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہونا پڑے گا اس وقت پتہ چلے گا کہ علمِ دین کیا ہے؟ بلکہ صرف اسی بات پر غور کرلیں کہ مرتے وقت آج تک آپ نے کسی شخص کو دیکھا ہے کہ جس کو دنیا کا علم حاصل نہ کرنے پر افسوس ہو رہا ہو۔ ہاں علمِ دین حاصل نہ کرنے، دینی راہ پر نہ چلنے، اللہ تعالیٰ کی رضا کے کام نہ کرنے پر افسوس کرنے والے آپ کو ہزاروں ملیں گے اور یونہی مرنے کے بعد ایسا کوئی شخص نہ ہو گا جسے ڈاکٹری نہ سیکھنے پر، انجینئر نہ بننے پر، سائنسدان نہ بننے پر افسوس ہو رہا ہو البتہ علمِ دین نہ سیکھنے پر

افسوس کرنے والے بہت ہوں گے۔ بلکہ خود حدیث پاک میں موجود ہے کہ کل قیامت کے دن جن آدمیوں کو سب سے زیادہ حسرت ہوگی ان میں ایک وہ ہے جس کو دنیا میں علم حاصل کرنے کا موقع ملا اور اس نے علم حاصل نہ کیا۔

(ابن عساکر، حرف المیم، محمد بن احمد بن محمد بن جعفر۔۔۔ الخ، ۵۱/ ۱۳۷)

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقلِ سلیم دے اور انہیں علمِ دین کی ضرورت و اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

سوال کرنا علم کے حصول کا ایک ذریعہ ہے:

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سوال کرنا علم حاصل ہونے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ کَرَّمَ اللہ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْكَرِيْم سے روایت ہے، رسول کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ’’علم خزانے ہیں اور ان خزانوں کی چابی سوال کرنا ہے تو تم سوال کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، کیونکہ سوال کرنے کی صورت میں چار لوگوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ (1) سوال کرنے والے کو۔ (2) سکھانے والے کو۔ (3) سننے والے کو۔ (4) ان سے محبت رکھنے والے کو۔

(الفقیہ والمتفقہ، باب فی السؤال والجواب وما یتعلّق بہما۔۔۔ الخ، ۲/ ۶۱، الحدیث: ۶۹۳)

حضرت عبد اللہ بن عمر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا سے روایت ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ’’اچھا سوال کرنا نصف علم ہے۔

(معجم الاوسط، باب المیم، من اسمہ: محمد، ۵/۱۰۸، الحدیث: ۶۷۴۴)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں زندگی کے تمام پہلوؤں میں درپیش معاملات کے بارے میں اہلِ علم سے سوال کرنے اور اس کے ذریعے دین کے شرعی اَحکام کا علم حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ(25)

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول نہ بھیجا مگر یہ کہ ہم اس کی طرف وحی فرماتے رہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

آیت ”وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ“ سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس آیت سے تین باتیں معلوم ہوئیں

(1)...نبوت کے لئے وحی لازم ہے

ہر نبی عَلَیْہِ السَّلَام پر وحی آتی تھی۔ نبوت کے لئے وحی لازم وضروری ہے۔

(2)...تمام اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو مبعوث فرمانے کی بنیادی حکمت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو ثابت کرنا اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے۔

(3)...کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے دین میں شرک جائز نہیں ہوا

تمام اَنبیاء اور رُسُل عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام عقائد میں متفق ہیں، اعمال میں فرق

ہے۔کسی نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے دین میں شرک جائز نہیں ہوا،لہٰذا سجدۂ تعظیمی شرک نہیں کیونکہ بعض انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے زمانے میں یہ ہوا ہے البتہ ہماری شریعت میں حرام ضرور ہے۔

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىٕمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِۚ-وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ(73)

ترجمہ: اور ہم نے انہیں امام بنایا کہ ہمارے حکم سے رہنمائی کرتے ہیں اور ہم نے ان کی طرف اچھے کام کرنے اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی وحی بھیجی اور وہ ہماری عبادت کرنے والے تھے۔

انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوٰۃ فرض نہیں:

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو امتیوں پر یہ امتیاز حاصل ہے کہ ان کے مال پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوتی۔

چنانچہ علامہ احمد طحطاوی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں۔انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ ان کا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملک ہے اور جو کچھ ان کے قبضے میں ہے وہ امانت ہے اور یہ اسے خرچ کرنے کے مقامات پر خرچ کرتے ہیں اور غیر محل میں خرچ کرنے سے رکتے ہیں اور اس لئے کہ زکوٰۃ اس کے لئے پاکی ہے جو گناہوں کی گندگی سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام معصوم

ہونے کی وجہ سے گناہوں کی گندگی سے پاک ہیں۔

(حاشیہ الطحطاوی علی المراقی، کتاب الزکاۃ، ص ۷۱۳)

علامہ ابنِ عابدین شامی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ دُرِّ مختار کی اس عبارت ”اس پر اجماع ہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام پر زکوٰۃ واجب نہیں“ کے تحت فرماتے ہیں ”کیونکہ زکوٰۃ اس کے لئے پاکی ہے جو گندگی (یعنی مال کے میل) سے پاک ہونا چاہے جبکہ انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اس سے بری ہیں۔ (یعنی ان کے مال ابتدا سے ہی میل سے پاک ہیں۔)

(ردالمحتار علی الدرالمختار، کتاب الزکاۃ، ۳/۲۰۲)

لہٰذا جن آیات میں انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو زکوٰۃ دینے کا فرمایا گیا ان سے یا تو تزکیۂ نفس یعنی نفس کو ان چیزوں سے پاک رکھنا مراد ہے جو شانِ نبوت کے خلاف ہیں یا ان سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنی امت کو زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیں۔

وَ دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْكُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِۚ-وَ كُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِیْنَ(78)

ترجمہ: اور داؤد اور سلیمان کو یاد کرو جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے جب رات کو اس میں کچھ لوگوں کی بکریاں چھوٹ گئیں اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کررہے تھے۔

کھیتی والا واقعہ

یہاں سے واقعہ بیان کیا جا رہا ہے جس میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا ذکر ہے، چنانچہ اس آیت اور اس کے بعد والی آیت کے پہلے حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ اے حبیب! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم، آپ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان عَلَیْہِمَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہ واقعہ یاد کریں جب وہ دونوں کھیتی کے بارے میں فیصلہ کررہے تھے۔ جب رات کے وقت کچھ لوگوں کی بکریاں کھیتی میں چھوٹ گئیں، ان کے ساتھ کوئی چَرانے والا نہ تھا اور وہ کھیتی کھا گئیں تو یہ مقدمہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش ہوا، آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے تجویز کی کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں کیونکہ بکریوں کی قیمت کھیتی کے نقصان کے برابر ہے اور ہم ان کے فیصلے کا مشاہدہ کر رہے تھے اور ہم نے وہ معاملہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو سمجھا دیا۔ جب یہ معاملہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے فرمایا کہ فریقین کے لئے اس سے زیادہ آسانی کی شکل بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی عمر شریف گیارہ سال کی تھی۔ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے آپ سے فرمایا کہ وہ صورت بیان کریں، چنانچہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ تجویز پیش کی کہ بکری والا کاشت کرے اور جب تک کھیتی اس حالت کو

پہنچے جس حالت میں بکریوں نے کھائی ہے اس وقت تک کھیتی والا بکریوں کے دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے اور کھیتی اس حالت پر پہنچ جانے کے بعد کھیتی والے کو کھیتی دے دی جائے، بکری والے کو اس کی بکریاں واپس کر دی جائیں۔ یہ تجویز حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے پسند فرمائی۔

جانور جو نقصان کرے اس کا ضمان مالک پر لازم نہیں:

یاد رہے کہ اس معاملہ میں یہ دونوں حکم اجتہادی تھے اور ان کی شریعت کے مطابق تھے۔ ہماری شریعت میں حکم یہ ہے کہ اگر چَرانے والا ساتھ نہ ہو تو جانور جو نقصانات کرے اس کا ضمان لازم نہیں۔ امام مجاہد رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کا قول ہے کہ حضرت داؤد عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو فیصلہ کیا تھا وہ اس مسئلہ کا حکم تھا اور حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے جو تجویز فرمائی یہ صلح کی صورت تھی۔

(مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۹، ص ۷۲۳)

کھیتی والے واقعے سے معلوم ہونے والے مسائل:

اس واقعے سے 6 مسئلے معلوم ہوئے:

(1)...اِجتہاد برحق ہے اور اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے کو اجتہاد کرنا چاہیے۔

(2)...نبی عَلَیْہِ السَّلَام بھی اجتہاد کر سکتے ہیں کیونکہ ان دونوں حضرات کے یہ حکم اجتہاد سے تھے نہ کہ وحی سے۔

(3)... نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے اجتہاد میں خطا بھی ہوسکتی ہے تو غیر نبی میں بدرجہ اَولیٰ غلطی کا اِحتمال ہے۔

(4)... خطا ہونے پر اجتہاد کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا۔

(5)... ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ٹوٹ سکتا ہے البتہ نَص اِجتہاد سے نہیں ٹوٹ سکتی۔

(6)... نبی عَلَیْہِ السَّلَام خطاءِ اِجتہادی پر قائم نہیں رہتے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح فرما دیتا ہے۔

فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَۚ-وَ كُلًّا اٰتَیْنَا حُكْمًا وَّ عِلْمًا٘-وَّ سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَ الطَّیْرَؕ-وَ كُنَّا فٰعِلِیْنَ(79)

ترجمہ: ہم نے وہ معاملہ سلیمان کو سمجھا دیا اور دونوں کو حکومت اور علم عطا کیا اور داؤد کے ساتھ پہاڑوں اور پرندوں کو تابع بنا دیا کہ وہ پہاڑ اور پرندے تسبیح کرتے اور یہ (سب) ہم ہی کرنے والے تھے۔

مُجتہد کو اجتہاد کرنے کا حق حاصل ہے:

یہاں ایک مسئلہ ذہن نشین رکھیں کہ جن علماء کرام کو اجتہاد کرنے کی اہلیت حاصل ہو انہیں ان اُمور میں اجتہاد کرنے کا حق ہے جس میں وہ کتاب و سنت کا حکم نہ پائیں اور اگر ان سے اجتہاد میں خطا ہو جائے تو بھی ان پر کوئی مُواخذہ نہیں۔ (خازن،

الانبیاء، تحت الآیۃ: ۷۹، ۳/۲۸۴) جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور حدیثِ پاک میں ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "جب حکم کرنے والا اجتہاد کے ساتھ حکم کرے اور اس حکم میں درست ہو تو اس کے لئے دو اجر ہیں اور اگر اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

(بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسّنّۃ، باب اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب او اخطا، ۴/۵۲۱، الحدیث: ۷۳۵۲، مسلم، کتاب الاقضیۃ، باب بیان اجر الحاکم اذا اجتہد۔۔۔ الخ، ص ۹۴۴، الحدیث: ۱۵(۱۷۱۶))

وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَاؕ-وَ كُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ(81)

ترجمہ: اور تیز ہوا کو سلیمان کے لیے تابع بنا دیا جو اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکت رکھی تھی اور ہم ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔

'فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے' کہنا شرک نہیں:

اس آیت سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ یہ کہنا شرک نہیں کہ فلاں کے حکم سے یہ کام ہوتا ہے، جیسے یہاں اللہ عَزَّوَجَلَّ نے فرمایا کہ حضرت سلیمان عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے حکم سے ہوا چلتی تھی۔

وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ(83)

ترجمہ: اور ایوب کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ بیشک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

کیا حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری کوڑھ یا جذام تھی؟

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی بیماری کے بارے میں علامہ عبد المصطفٰی اعظمی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”عام طور پر لوگوں میں مشہور ہے کہ مَعَاذَ اللہ آپ کو کوڑھ کی بیماری ہو گئی تھی۔ چنانچہ بعض غیر معتبر کتابوں میں آپ کے کوڑھ کے بارے میں بہت سی غیر معتبر داستانیں بھی تحریر ہیں، مگر یاد رکھو کہ یہ سب باتیں سر تا پا بالکل غلط ہیں اور ہرگز ہرگز آپ یا کوئی نبی بھی کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوا، اس لئے کہ یہ مسئلہ مُتَّفَق علیہ ہے کہ اَنبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا تمام اُن بیماریوں سے محفوظ رہنا ضروری ہے جو عوام کے نزدیک باعثِ نفرت و حقارت ہیں۔ کیونکہ انبیاء عَلَیْہِمُ السَّلَام کا یہ فرضِ منصبی ہے کہ وہ تبلیغ و ہدایت کرتے رہیں تو ظاہر ہے کہ جب عوام ان کی بیماریوں سے نفرت کر کے ان سے دور بھاگیں گے تو بھلا تبلیغ کا فریضہ کیونکر ادا ہو سکے گا؟ الغرض حضرت ایوب عَلَیْہِ السَّلَام ہرگز کبھی کوڑھ اور جذام کی بیماری میں مبتلا نہیں ہوئے بلکہ آپ کے بدن پر کچھ آبلے اور پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں جن سے آپ برسوں تکلیف اور مشقت جھیلتے رہے اور برابر صابر و شاکر رہے۔ (عجائب القرآن مع غرائب القرآن، حضرت ایوب علیہ السلام کا

امتحان، ص۱۸۲-۱۸۱) یونہی بعض کتابوں میں جو یہ واقعہ مذکور ہے کہ بیماری کے دوران حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہو گئے تھے جو آپ کا جسم شریف کھاتے تھے، یہ بھی درست نہیں کیونکہ ظاہری جسم میں کیڑوں کا پیدا ہونا بھی عوام کے لئے نفرت و حقارت کا باعث ہے اور لوگ ایسی چیز سے گھن کھاتے ہیں۔ لہٰذا خطباء اور واعظین کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی طرف ایسی چیزوں کو منسوب نہ کریں جن سے لوگ نفرت کرتے ہوں اور وہ منصبِ نبوت کے تقاضوں کے خلاف ہو۔

آزمائش و امتحان ناراضی کی دلیل نہیں:

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ کے مقرب بندوں کو آزمائش و امتحان میں مبتلا فرماتا ہے اور ان کی آزمائش اس بات کی دلیل نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہے بلکہ یہ ان کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عزت و قرب کی دلیل ہے۔ حضرت سعد رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی: یارسولَ اللہ! صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ، لوگوں میں سب سے زیادہ آزمائش کس پر ہوتی ہے؟ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ”انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی، پھر درجہ بدرجہ مُقَرَّبِین کی۔ آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر وہ دین میں مضبوط ہو تو سخت آزمائش ہوتی ہے اور اگر وہ دین میں کمزور ہو تو دین کے حساب سے آزمائش کی جاتی ہے۔ بندے کے

ساتھ یہ آزمائشیں ہمیشہ رہتی ہیں یہاں تک کہ وہ زمین پر اس طرح چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔

(ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۹، الحدیث: ۲۴۰۶)

حضرت انس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا "بڑا ثواب بڑی مصیبت کے ساتھ ہے، اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ محبت فرماتا ہے تو انہیں آزماتا ہے، پس جو اس پر راضی ہو اس کے لئے (اللہ تعالیٰ کی) رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لئے ناراضی ہے۔ (ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، ۴/۱۷۸، الحدیث: ۲۴۰۴)

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے معلوم ہونے والے مسائل:

حضرت ایوب عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جیسے دعا کی اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں:

(1)...آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں اپنی حاجت پیش کرنا بھی دعا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی دعا ہے۔

(2)... دعا کے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا انبیاءِ کرام عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت ہے۔

(3)... دعا میں اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد کرنی چاہیے جو دعا کے موافق ہو، جیسے رحمت

طلب کرتے وقت رحمٰن ورحیم کہہ کر پکارے۔

وَ زَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ(89)

ترجمہ: اور زکریا کو (یاد کرو) جب اس نے اپنے رب کو پکارا، اے میرے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔

حضرت زکریا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی دعا سے معلوم ہونے والی باتیں:

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

(1)...بیٹے کی دعا اور تمنا کرنا سنتِ نبی ہے:

دین کی خدمت کے لئے بیٹے کی دعا اور فرزند کی تمنا کرنی سنتِ نبی ہے۔

(2)... جیسی دعا مانگے، اسی قسم کے نام سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرے۔ چونکہ ان کا فرزند اُن کے کمال کا وارث ہونا تھا، لہٰذا رب عَزَّوَجَلَّ کو وارث کی صفت سے یاد فرمایا۔

سورۃ الحج

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّبِـعُ كُلَّ شَیْطٰنٍ مَّرِیْدٍ(3)

ترجمہ: اور کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں بغیر علم کے جھگڑتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں علم کے بغیر بحث کرنے کا شرعی حکم:

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں علم کے بغیر بحث کرنا حرام ہے ۔ صرف علماءِ دین تحقیق کے لئے اس کی ذات و صفات میں بحث کر سکتے ہیں بشرطیکہ جھگڑا مقصود نہ ہو بلکہ صرف اعتراضات کا اٹھانا اور حق کی تحقیق کا قصد ہو، لہٰذا علمِ کلام برا نہیں، اچھا علم ہے۔

كُتِبَ عَلَیْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ یُضِلُّهٗ وَ یَهْدِیْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِیْرِ(4)

ترجمہ: جس پر یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس سے دوستی کرے گا تو وہ ضرور اسے گمراہ کردے گا اور اسے جہنم کے عذاب کی راہ بتائے گا۔

بدمذہبوں سے دوستی اور تعلقات رکھنے کی ممانعت:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بدمذہبوں سے دوستی اور تعلق نہیں رکھنا چاہئے اور نہ ہی ان کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنی چاہئے کیونکہ یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور اپنی

چکنی چپڑی باتوں ، ظاہری عبادت و ریاضت اور دکھلاوے کی پرہیز گاری کے ذریعے دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتے ہیں۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "عنقریب میری امت کے آخر میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جو تم سے ایسی باتیں کریں گے جنہیں نہ تم نے سنا ہو گا اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں (خود سے) دور رکھنا۔

(مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء۔۔۔ الخ، ص۹، الحدیث:۶(۶))

اسی کتاب کی دوسری روایت میں ہے، حضور پُر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا "آخری زمانے میں دَجّال اور کذّاب ظاہر ہوں گے، وہ تمہارے پاس ایسی باتیں لے کر آئیں گے جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنا ہو گا تو تم ان سے دور رہنا اور انہیں دور رکھنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔

(مسلم، باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء۔۔۔ الخ، ص۹، الحدیث:۷(۷))

بد مذہبوں سے دور رہنے اور انہیں خود سے دور رکھنے کے ساتھ ساتھ متعدّد اَحادیث میں ان سے زندگی اور موت کے تمام تعلقات ختم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چنانچہ ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ، ان کے ساتھ پانی نہ پیو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان سے رشتہ نہ کرو، وہ بیمار پڑیں تو پوچھنے نہ جاؤ، مر جائیں تو ان کی میت

کے پاس نہ جاؤ، ان کی نمازِ جنازہ نہ پڑھو اور نہ ہی ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، الباب الثالث فی ذکر الصحابۃ وفضلہم۔۔۔ الخ، الفصل الاول، ۶/۲۴۶، الجزء الحادی عشر، الحدیث: ۳۲۵۲۵، ۳۲۵۲۶، تاریخ بغداد، حرف الواو من آباء الحسینین، ۴۲۴۰-الحسین بن الولید۔۔۔ الخ، ۸/۱۳۹، ملتقطاً) اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ لَا هُدًى وَّ لَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ(8)

ترجمہ: اور کوئی آدمی وہ ہے جو اللہ کے بارے میں بغیر علم اور بغیر ہدایت اور بغیر کسی روشن کتاب کے جھگڑتا ہے۔

آیت ’’ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ ‘‘ سے معلوم ہونے والے اَحکام:

اس آیت سے دو اَحکام معلوم ہوئے

(1)...آدمی کو کوئی بات علم اور سند و دلیل کے بغیر نہیں کہنی چاہئے اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی شان میں ہرگز ایسی کوئی بات نہ کرے جو اس کی عظمت و شان کے لائق نہ ہو اور علم، سند اور دلیل کے بغیر ہو۔

(2)...علم والے کے خلاف جو بات بے علمی سے کہی جائے گی وہ باطل ہوگی۔

ہمارے آج کے زمانے کا حال بھی کچھ ایسا ہی ہے کہ ہر آدمی اپنی عقل سے جو چاہتا ہے اللہ عَزَّوَجَلَّ کے بارے میں کہتا ہے اور پھر اس پر اِصرار کرتا ہے بلکہ دوسروں کو

مجبور کرتا ہے کہ اُس کی بات مانیں اگرچہ اس کی بات عقل و نقل سے دور، قرآن و حدیث کے خلاف اور جہالت وحماقت سے بھرپور ہو۔

وَ اِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِیْ شَیْــٴًـا وَّ طَهِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْقَآىٕمِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ(26)

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے ابراہیم کو اس گھر کا صحیح مقام بتادیا اور حکم دیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کیلئے خوب صاف ستھرا رکھو۔

انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام شرک سے پاک ہیں:

یاد رہے کہ انبیاءِ کرام عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ایک آن کے لئے بھی شرک نہیں کرتے، وہ شرک سے پاک ہیں اور گناہوں سے بھی معصوم ہیں اور اس آیت میں جو حضرت ابراہیم عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا گیا کہ "میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو" اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ مَعَاذَ اللہ شرک میں مبتلا تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے منع فرمایا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا یا اس سے مراد یہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر میں اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے ساتھ کوئی دوسری غرض نہ ملانا۔ (تفسیر کبیر، الحج، تحت الآیۃ: ۲۶، ۲۱۹/۸)

مسجد تعمیر کرنے اور اسے صاف ستھرا رکھنے کا حکم:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسجد تعمیر کرنا، اسے صاف ستھرا رکھنا اور اس کی زینت کرنا حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی سنت اور اعلیٰ درجے کی عبادت ہے۔

مسجد کا متوَلّی کیسا ہونا چاہئے؟

اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسجد کا متولی نیک آدمی ہونا چاہیے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”متولی بننے کے لائق وہ ہے جو دیانت دار، کام کرنے والا اور ہوشیار ہو۔ اس پر وقف کی حفاظت اور خیر خواہی کے معاملے میں کافی اطمینان ہو۔ فاسق نہ ہو کہ اس سے نفسانی خواہش یا بے پرواہی یا حفاظت نہ کرنے یا لَہْو ولَعِب میں مشغول ہونے کی وجہ سے وقف کو نقصان پہنچانے یا پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ بدعقل، عاجز یا کاہل نہ ہو کہ اپنی حماقت، نادانی، کام نہ کر سکنے یا محنت سے بچنے کے باعث وقف کو خراب کردے۔ فاسق اگرچہ کیسا ہی ہوشیار، کام کرنے والا اور مالدار ہو ہرگز متولی بننے کے لائق نہیں کہ جب وہ شریعت کی نافرمانی کی پرواہ نہیں رکھتا تو کسی دینی کام میں اس پر کیا اطمینان ہو سکتا ہے اور اسی وجہ سے یہ حکم ہے کہ وقف کرنے والا اگر خود فسق کرے تو واجب ہے کہ وقف اس کے قبضے سے نکال لیا جائے اور کسی امانت دار اور دیانت دار کو سپرد کیا جائے۔

(فتاوی رضویہ، ۱۶/۵۵۷، ملخصًا)

نوٹ:۔ مسجد کی صفائی ستھرائی سے متعلق مفید معلومات حاصل کرنے کے لئے امیرِ اہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُہُمُ الْعَالِیَہ کے رسالے ”مسجدیں صاف رکھئے“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ مفید ہے۔

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ(27) لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْۤ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِۚ-فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىٕسَ الْفَقِیْرَ(28)

ترجمہ: اور لوگوں میں حج کا عام اعلان کردو، وہ تمہارے پاس پیدل اور ہر دبلی اونٹنی پر (سوار ہوکر) آئیں گے جو ہر دور کی راہ سے آتی ہیں۔ تاکہ وہ اپنے فوائد پر حاضر ہوجائیں اور معلوم دنوں میں اللہ کے نام کو یاد کریں اس بات پر کہ اللہ نے انہیں بے زبان مویشیوں سے رزق دیا تو تم ان سے کھاؤ اور مصیبت زدہ محتاج کو کھلاؤ۔

حرم میں کی جانے والی قربانی سے متعلق 4 شرعی مسائل:

یہاں آیت کی مناسبت سے حرم میں کی جانے والی قربانی سے متعلق 4 شرعی مسائل ملاحظہ ہوں

(1)...ہَدی اُس جانور کو کہتے ہیں جو قربانی کے لیے حرم کو لے جایا جائے۔ یہ تین

قسم کے جانور ہیں : (۱) بکری۔ اس میں بھیڑ اور دنبہ بھی داخل ہے۔ (۲) گائے۔ بھینس بھی اسی میں شمار ہے۔ (۳) اونٹ۔

(2)...قربانی کے جانور میں جو شرطیں ہیں وہ ہدی کے جانور میں بھی ہیں مثلاً اونٹ پانچ سال کا، گائے دو سال کی، بکری ایک سال کی مگر بھیڑ اور دُنبہ چھ مہینے کا اگر سال بھر والی بکری کی مثل ہو تو اس کی قربانی ہو سکتی ہے اور اونٹ گائے میں یہاں بھی سات آدمیوں کی شرکت ہو سکتی ہے۔

قربانی کے جانور کا گوشت خود کھانے کا شرعی حکم

(3)...ہَدی یعنی قربانی کے لیے حرم میں لے جایا جانے والا جانور اگر حجِ قِران یا تَمَتُّع کی قربانی کا ہو تو قربانی کرنے کے بعد اس کے گوشت میں سے کچھ کھا لینا بہتر ہے، اسی طرح اگر قربانی نفلی ہو اور جانور حرم میں پہنچ گیا ہو تو اس کا گوشت بھی کھا سکتا ہے البتہ اگر جانور حرم میں نہ پہنچا تو اس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا بلکہ اب وہ فُقرا کا حق ہے۔ اگر وہ جانور حج قران، تمتع اور نفلی قربانی کے علاوہ کسی اور جیسے کَفّارے کی قربانی کے لئے ہو تو اس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا اور جس قربانی کا گوشت قربانی کرنے والا خود کھا سکتا ہے وہ مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے اور جس کا گوشت خود نہیں کھا سکتا وہ نہ مالداروں کو کھلا سکتا اور نہ ہی اس کی کھال وغیرہ سے نفع لے سکتا ہے۔

(4)...ہَدی کا گوشت حرم کے مسکینوں کو دینا بہتر ہے، اس کی نکیل اور جھول کو

خیرات کر دیں اور قصاب کو اس کے گوشت میں سے کچھ نہ دیں۔ ہاں اگر اُسے صدقہ کے طور پر کچھ گوشت دیں تو اس میں حرج نہیں۔ (بہار شریعت، حصہ ششم، ہدی کا بیان، ۱/۱۲۱۴-۱۲۱۳، ملخصًا)

نوٹ: ہدی سے متعلق مزید شرعی مسائل کی معلومات حاصل کرنے کے لئے بہار شریعت جلد 1 حصہ 6 سے "ہدی کا بیان" مطالعہ فرمائیں۔

ذٰلِكَ ۗ وَ مَنْ یُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَ اُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ(30)

ترجمہ: حکمِ الٰہی یہ ہے اور جو اللہ کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے تو وہ اس کیلئے اس کے رب کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لیے بے زبان چوپائے حلال کئے گئے سوائے ان کے جن کا (حرام ہونا) تمہارے سامنے بیان کیا جاتا ہے۔ پس تم بتوں کی گندگی سے دور رہو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔

اولیاءِ کرام رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِم کی طرف منسوب جانوروں کا شرعی حکم:

یاد رہے کہ جن جانوروں کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی طرف منسوب کیا جائے اور انہیں ذبح شرعی طریقے کے مطابق کیا جائے تو وہ بھی حلال ہیں اور قرآن و حدیث میں کہیں بھی ایسے جانوروں کا حرام ہونا بیان نہیں کیا گیا لہٰذا کسی

شرعی دلیل کے بغیر انہیں حرام کہنا اور اس پر شرک کے فتوے لگانا ہرگز درست نہیں ۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْاؕ-اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ(۸۷) وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا۪-وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ“ (مائدہ:۸۷،۸۸)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ قرار دو جنہیں اللہ نے تمہارے لئے حلال فرمایا ہے اور حد سے نہ بڑھو۔ بیشک اللہ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند فرماتا ہے۔ اور جو کچھ تمہیں اللہ نے حلال پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ اور اس اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھنے والے ہو۔

اور حضرت سلمان رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، تاجدارِ رسالت صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا ”حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمایا اور جس سے خاموشی اختیار فرمائی تو وہ معاف شدہ چیزوں میں سے ہے۔

(ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الفراء، ۲۸۰/۳، الحدیث: ۱۷۳۲)

ذٰلِكَۗ-وَ مَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآىٕرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ(32)

ترجمہ: بات یونہی ہے اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔

حج کے موقع پر کیسے جانور کی قربانی دی جائے؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حج کے موقع پر جو جانور قربان کیا جائے وہ عمدہ، موٹا، خوبصورت اور قیمتی ہو۔ امام محمد غزالی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَیْهِ فرماتے ہیں "ایک قول یہ ہے کہ اس آیت میں تعظیم سے مراد عمدہ اور موٹے جانور کی قربانی دینا ہے۔ (لٰہذا قربانی کا جانور خریدنے والے کو چاہئے کہ) اس کی خریداری میں قیمت کم کرنے کے در پے نہ ہو۔

تین چیزوں میں قیمت زیادہ دینی چاہیے:

بزرگانِ دین تین چیزوں میں قیمت زیادہ دیتے تھے اور اس میں کمی کروانے کو پسند نہیں کرتے تھے

(1) حج کے موقع پر خریدا جانے والا قربانی کا جانور۔

(2) عید کی قربانی کا جانور۔

(3) غلام۔

کیونکہ قربانی میں زیادہ قیمت والا جانور ان کے مالکوں کے نزدیک زیادہ نفیس ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ حضرت عمر

فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ (حج کے موقع پر) ایک غیر عربی اونٹ قربانی کے لئے لے گئے، کسی نے آپ سے وہ اونٹ تین سو دیناروں کے بدلے میں طلب کیا، آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضور اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے دریافت کیا کہ اسے بیچ کر ہلکا جانور خریدلوں تو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آپ کو روک دیا اور ارشاد فرمایا کہ اسی کی قربانی کرو۔

یہ اس لئے فرمایا کہ تھوڑی اور عمدہ چیز زیادہ اور ہلکی چیز سے بہتر ہوتی ہے اور تین سو دیناروں میں تیس اونٹ آسکتے تھے اور ان میں گوشت بھی زیادہ ہوتا لیکن مقصود گوشت نہیں تھا بلکہ مقصد تو نفس کو بخل سے پاک کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے جمال سے مُزَیَّن کرنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ہرگز ان کے گوشت اور خون نہیں پہنچیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے، اور یہ مقصد اسی صورت حاصل ہونا ممکن ہے جب قیمت (اور دیگر چیزوں) میں عمدگی کا لحاظ رکھا جائے، تعداد کم ہو یا زیادہ۔

(احیاء علوم الدین، کتاب اسرار الحج، الباب الثالث فی الآداب الدقیقۃ والاعمال الباطنۃ، ۱/۳۵۳)

قربانی کا جانور خریدتے وقت قیمت کم کروانا

نوٹ: یاد رہے کہ جانور خریدتے وقت قیمت کم نہ کروائی جائے تو بہتر ہے لیکن اس میں یہ ضرور دیکھ لیا جائے کہ وہ جانور اتنی قیمت کا بنتا بھی ہو، ایسا نہ ہو کہ جانور دبلا پتلا ہے اور اس کی قیمت اتنی بتائی جارہی ہے کہ عام طور پر ایسا جانور اس قیمت پر نہیں ملتا۔

لہٰذا ایسی صورت میں قیمت کم کروانا درست ہے۔

وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِؕ-فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗۤ اَسْلِمُوْاؕ-وَ بَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ(34)الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ الصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَاۤ اَصَابَهُمْ وَ الْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِۙ-وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ(35)

ترجمہ: اور ہر امت کے لیے ہم نے ایک قربانی مقرر فرمائی تاکہ وہ اس بات پر اللہ کا نام یاد کریں کہ اس نے انہیں بے زبان چوپایوں سے رزق دیا تو تمہارا معبود ایک معبود ہے تو اسی کے حضور گردن رکھو اور عاجزی کرنے والوں کیلئے خوشخبری سنادو۔ وہ لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو ان کے دل ڈرنے لگتے ہیں اور انہیں جو مصیبت پہنچے اس پر صبر کرنے والے ہیں اور نماز قائم رکھنے والے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے:

اس آیت میں اس بات پر دلیل ہے کہ جانور ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرنا شرط ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر ایک امت کے لئے مقرر فرمادیا تھا کہ وہ اس کے لئے تقرّب کے طور پر قربانی کریں اور تمام قربانیوں پر صرف اسی کا نام لیا جائے۔ (مدارک، الحج، تحت الآیۃ: ۳۴، ص ۷۳۹)

وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآىٕرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِیْهَا خَیْرٌ ﳓ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا صَوَآفَّۚ-فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّؕ-كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ(36)

ترجمہ: اور قربانی کے بڑی جسامت والے جانوروں کو ہم نے تمہارے لیے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا۔ تمہارے لیے ان میں بھلائی ہے تو ان پر اللہ کا نام لو اس حال میں کہ ان کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو (اور) تین پاؤں پر کھڑے ہوں پھر جب ان کے پہلو گر جائیں تو ان (کے گوشت) سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور بھیک مانگنے والے کو بھی کھلاؤ۔ اِسی طرح ہم نے ان جانوروں کو تمہارے قابو میں دے دیا تاکہ تم شکر ادا کرو۔

اونٹ نحر کرنے کا طریقہ:

یہاں اونٹ نحر کرنے کا طریقہ بیان فرمایا گیا کہ جب اونٹ کو نحر کرنے لگو تو ان کا ایک پاؤں باندھ دو اور تین کھڑے رکھو، پھر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر انہیں نحر کرو اور اس کے بعد جب وہ زمین پر گر جائیں اور ان کی حرکت ساکن ہو جائے تو اس وقت تمہارے لئے ان کا گوشت کھانا حلال ہے۔

(مدارک، الحج، تحت الآیۃ: ۳۶، ص ۷۴۰، روح البیان، الحج، تحت الآیۃ: ۳۶، ۶/۳۵، ملتقطاً)

اونٹ نحر کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل:

یہاں آیت کی مناسبت سے اونٹ نحر کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)...اونٹ کو نحر کرنا جبکہ بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے

اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔

(2)...اونٹ کو تین جگہ سے ذبح کرنا درست ہے کیا؟

عوام میں یہ مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ (سے) ذبح کیا جاتا ہے، (یہ) غلط ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ بلا فائدہ اِیذا دینا ہے۔ (بہار شریعت، حصہ پانزدہم، ذبح کا بیان، ۳/۳۱۲)

جانور ذبح کرنے سے متعلق شرعی مسائل کی تفصیل جاننے کے لئے بہار شریعت، جلد 3 حصہ 15 سے "ذبح کا بیان" مطالعہ فرمائیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَ اعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَ افْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ(77)

السجدة (عندالامام الشافعی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰی عَلَيْه)

ترجمہ: اے ایمان والو! رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی عبادت کرو اور اچھے

کام کرو اس امید پر کہ تم فلاح پا جاؤ۔

نیک اعمال کس امید پر کرنے چاہئیں؟

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بندہ عبادات اور نیک اعمال ضرور کرے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن ان عبادات و نیک اعمال کی وجہ سے یہ ذہن نہ بنائے کہ اب اس کی بخشش و مغفرت یقینی ہے بلکہ اس امید پر اخلاص کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیک کام کرے کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل و رحمت فرمائے گا اور اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے چھٹکارا اور جنت میں داخلہ نصیب فرمائے گا۔

سورہ حج کی آیت نمبر 77 سے متعلق ایک اہم شرعی مسئلہ:

یاد رہے کہ اَحناف کے نزدیک سورہ حج کی اس آیت کو پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا کیونکہ اس میں سجدے سے مراد نماز کا سجدہ ہے، البتہ اگر کسی حنفی نے شافعی مذہب سے تعلق رکھنے والے امام کی اقتدا کی اور اُس نے اِس موقع پر سجدہ کیا تو اُس کی پیروی میں مقتدی پر بھی واجب ہے۔

(بہارِ شریعت، حصہ چہارم، سجدہ تلاوت کا بیان، ۷۲۹/۱)

سورۃ اَلْمُؤْمِنُوْن

وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ(5)اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ
فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ(6)فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ(7)

ترجمہ: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں یا شرعی باندیوں پر جو ان کے ہاتھ کی مِلک ہیں پس بیشک ان پر کوئی ملامت نہیں۔ تو جواِن کے سوا کچھ اور چاہے تو وہی حد سے بڑھنے والے ہیں۔

ہم جنس پرستی (Homosexuality) مشت زنی (Misattributing) اور مُتعہ حرام ہے:

اس سے معلوم ہوا کہ شریعت میں صرف بیویوں اور شرعی باندیوں سے جائز طریقے کے ساتھ شہوت پوری کرنے کی اجازت ہے، اس کے علاوہ شہوت پوری کرنے کی دیگر صورتیں جیسے مرد کا مرد سے، عورت کا عورت سے، شوہر کا بیوی یا شرعی باندی کے پچھلے مقام سے، اپنے ہاتھ سے شہوت پوری کرنا حرام ہے یونہی کسی عورت سے متعہ کرنا بھی حرام ہے۔

مشت زنی (Misattributing) کا شرعی حکم

علامہ علی بن محمد خازن رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت سے ثابت

ہوا کہ اپنے ہاتھ سے قضائے شہوت کرنا حرام ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے ایک اُمت کو عذاب کیا جو اپنی شرمگاہوں سے کھیل کرتے تھے۔ (خازن، المؤمنون، تحت الآیۃ:۷، ۳/۳۲۱)

متعہ کا شرعی حکم

اور امام فخرالدین رازی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ”اس آیت سے ثابت ہوا کہ متعہ حرام ہے کیونکہ جس عورت سے متعہ کیا جاتا ہے وہ مرد کی بیوی نہیں کیونکہ اگر ان دونوں میں سے کوئی مر جائے تو دوسرا اس کا وارث نہیں بنتا، اگر وہ عورت بیوی ہوتی تو مرد کے انتقال کے بعد اس کی وارث بھی بنتی کیونکہ بیوی کی وراثت قرآن سے ثابت ہے۔ لہٰذا جب واضح ہو گیا کہ متعہ کروانے والی عورت مرد کی بیوی نہیں تو ضروری ہے کہ وہ مرد کے لئے حلال نہ ہو۔

(تفسیر کبیر، المؤمنون، تحت الآیۃ:۷، ۸/۲۶۲)

سورۃ النّور

اَلزَّانِیَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۪-وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِۚ-وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ(2)

ترجمہ: جوزنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد ہو تو ان میں ہر ایک کو سوسو کوڑے لگاؤ اور اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو تو تمہیں اللہ کے دین میں ان پر کوئی ترس نہ آئے اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔

زنا کی حد شرعی:

اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے حدود اور احکام کا بیان شروع فرمایا، سب سے پہلے زنا کی حد بیان فرمائی اور حُکّام سے خطاب فرمایا کہ جس مرد یا عورت سے زنا سرزد ہو تو اس کی حد یہ ہے کہ اسے سو کوڑے لگاؤ۔ (مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۲، ص ۷۶۸)

غیر مُحصَن زانی کی سزا:

یاد رہے کہ حد ایک قسم کی سزا ہے جس کی مقدار شریعت کی جانب سے مقرر ہے کہ اُس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی اور اس سے مقصود لوگوں کو اس کام سے باز رکھنا ہے

جس کی یہ سزا ہے۔(در مختار مع رد المحتار، کتاب الحدود، ۵/٦) اور اس آیت میں بیان کی گئی زنا کی حد آزاد، غیر مُحْصَن کی ہے کیونکہ آزاد، مُحْصَن کا حکم یہ ہے کہ اسے رَجم کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضرت ماعِز رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم سے رجم کیا گیا۔

(بخاری، کتاب المحاربین من اہل الکفر والردۃ، باب ہل یقول الامام للمقرّ: لعلّک لمست او غمزت، ۴/۳۴۲، الحدیث: ٦٨٢۴)

مُحْصَن کی تعریف (Definition)

مُحْصَن وہ آزاد مسلمان ہے جو مُکلَّف ہو اور نکاحِ صحیح کے ساتھ خواہ ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی سے صحبت کر چکا ہو۔ ایسے شخص سے زنا ثابت ہو تو اسے رجم کیا جائے گا اور اگر ان میں سے ایک بات بھی نہ ہو مثلاً آزاد نہ ہو یا مسلمان نہ ہو یا عاقل بالغ نہ ہو یا اس نے کبھی اپنی بیوی کے ساتھ صحبت نہ کی ہو یا جس کے ساتھ صحبت کی ہو اس کے ساتھ نکاح فاسد ہوا ہو تو یہ سب غیر مُحْصَن میں داخل ہیں اور زنا کرنے کی صورت میں ان سب کا حکم یہ ہے کہ انہیں سو کوڑے مارے جائیں۔

زنا کی حد سے متعلق 3 شرعی مسائل:

یہاں آیت میں ذکر کی گئی حد سے متعلق 3 اہم شرعی مسائل ملاحظہ ہوں۔

(1)...زنا کے ثبوت کیلئے کتنے گواہ چاہییں؟

زنا کا ثبوت یا تو چار مَردوں کی گواہیوں سے ہوتا ہے یا زنا کرنے والے کے چار مرتبہ اقرار کر لینے سے۔ پھر بھی حاکم یا قاضی بار بار سوال کرے گا اور دریافت کرے گا کہ زنا سے کیا مراد ہے؟ کہاں کیا؟ کس سے کیا؟ کب کیا؟ اگر ان سب کو بیان کر دیا تو زنا ثابت ہو گا ورنہ نہیں اور گواہوں کو صَراحتاً اپنا معائنہ بیان کرنا ہو گا، اس کے بغیر ثبوت نہ ہو گا۔

(2)...کوڑے بدن کے کس حصے پر مارے جائیں

مرد کو کوڑے لگانے کے وقت کھڑا کیا جائے اور تہبند کے سوا اس کے تمام کپڑے اتار دیئے جائیں اور مُتَوَسَّط درجے کے کوڑے سے اس کے سر، چہرے اور شرم گاہ کے علاوہ تمام بدن پر کوڑے لگائے جائیں اور کوڑے اس طرح لگائے جائیں کہ اَلَم یعنی درد گوشت تک نہ پہنچے۔ عورت کو کوڑے لگانے کے وقت نہ اسے کھڑا کیا جائے، نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں البتہ اگر پوستین یا روئی دار کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ اتار دیئے جائیں ۔ یہ حکم آزاد مرد اور عورت کا ہے جبکہ باندی غلام کی حد اس سے نصف یعنی پچاس کوڑے ہیں جیسا کہ سورہ نساء میں مذکور ہو چکا۔

(3)...کیا لواطت (Homosexuality) اور زنا کی سزا same ہے؟

لِواطَت زنا میں داخل نہیں لہٰذا اس فعل سے حد واجب نہیں ہوتی لیکن تعزیر واجب ہوتی ہے اور اس تعزیر میں صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُمْ کے چند قول

مروی ہیں۔

(1) آگ میں جلا دینا۔

(2) غرق کر دینا۔

(3) بلندی سے گرانا اور اوپر سے پتھر برسانا۔ فاعل و مفعول یعنی لواطت کا فعل کرنے اور کروانے والے دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ (تفسیرات احمدیہ، النور، تحت الآیۃ: ۲، ص ۵۴۳-۵۴۲)

نوٹ: زنا کی حد سے متعلق مزید تفصیل جاننے کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 حصہ 9 سے "حدود کا بیان" مطالعہ فرمائیں۔

حدود نافذ کرنے کے معاملے میں مسلم حکمرانوں کے لئے شرعی حکم:

اس آیت میں اور اس کے علاوہ کثیر اَحادیث میں مسلم حکمرانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جرائم کی جو سزائیں مقرر کی ہیں وہ انہیں سختی سے نافذ کریں، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامت رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ کی حدود کو قریب و بعید سب میں قائم کرو اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حکم بجالانے میں ملامت کرنے والے کی ملامت تمہیں نہ روکے۔ (ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود، ۳/۲۱۷، الحدیث: ۲۵۴۰)

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے، حضور اقدس

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”(اے حاکمو!) عزت داروں کی لغزشیں معاف کر دو، مگر حدود (کہ ان کو معاف نہیں کر سکتے۔)

(ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی الحدّ یشفع فیہ، ۱۷۸/۴، الحدیث: ۴۳۷۵)

اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا سے روایت ہے کہ ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی تھی، جس کی وجہ سے قریش کو فکر پیدا ہوگئی (کہ اس کو کس طرح سزا سے بچایا جائے۔) آپس میں لوگوں نے کہا کہ اس کے بارے میں کون شخص رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے سفارش کرے گا؟ پھر لوگوں نے کہا، حضرت اسامہ بن زید رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا کے سوا جو کہ رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے محبوب ہیں، کوئی شخص سفارش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا، غرض حضرت اسامہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے سفارش کی، اس پر حضور اقدس صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تو حد کے بارے میں سفارش کرتا ہے! پھر حضور پُر نور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس خطبہ میں یہ فرمایا کہ ”اگلے لوگوں کو اس بات نے ہلاک کیا کہ اگر اُن میں کوئی شریف چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور چوری کرتا تو اُس پر حد قائم کرتے، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنتِ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم چوری کرتی تو میں اُس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔

(بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، ۵۶-باب، ۴۶۸/۲، الحدیث: ۳۴۷۵)

اس آیت اور روایات سے اِقتدار کی مَسنَدوں پر فائز ان مسلمانوں کو نصیحت

حاصل کرنی چاہئے کہ جو اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم کرنے کی بجائے الٹا ان میں تبدیلیاں کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں عقلِ سلیم عطا فرمائے۔

{وَ لْیَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآىٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ: اور چاہیے کہ ان کی سزا کے وقت مسلمانوں کا ایک گروہ موجود ہو۔} یعنی جب زنا کرنے والوں پر حد قائم کی جا رہی ہو تو اس وقت مسلمانوں کا ایک گروہ وہاں موجود ہو تاکہ زنا کی سزا دیکھ کر انہیں عبرت حاصل ہو اور وہ اس برے فعل سے باز رہیں۔

زنا کی مذمت:

زنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ قرآنِ مجید میں اس کی بہت شدید مذمت کی گئی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

”وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ-وَ سَآءَ سَبِیْلًا“ (بنی اسراءیل:۳۲)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی بُرا راستہ ہے۔

اور ارشاد فرمایا:

”وَ الَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَا یَزْنُوْنَۚ-وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًاۙ(۶۸) یُّضٰعَفْ

لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ‘‘ (فرقان: ۶۸، ۶۹)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کی عبادت نہیں کرتے اور اس جان کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام فرمایا ہے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا وہ سزا پائے گا۔ اس کے لئے قیامت کے دن عذاب بڑھا دیا جائے گا اور ہمیشہ اس میں ذلت سے رہے گا۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو زنا جیسے بدترین گندے اور انتہائی مذموم فعل سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے، اٰمین۔

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًاۚ-وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(4) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْاۚ-فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ(5)

ترجمہ: اور جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اَسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔ مگر جو اس کے بعد توبہ کرلیں اور اپنی اصلاح کرلیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

پاکدامن اجنبی عورتوں پر زنا کی تہمت لگانے والوں کی سزا کا بیان:

آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ ایسے نہ لائیں جنہوں نے ان کے زنا کا معائنہ کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کو اسی کوڑے لگاؤ اور کسی چیز میں ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور کبیرہ گناہ کے مُرتکِب ہونے کی وجہ سے وہی فاسق ہیں۔ (جلالین، النور، تحت الآیۃ: ۴، ص ۲۹۴)

پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا سے متعلق چند شرعی مسائل:

یہاں آیت میں بیان کی گئی سزا سے متعلق چند شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)... جو شخص کسی پارسا مرد یا عورت کو زنا کی تہمت لگائے اور اس پر چار معائنہ کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اس پر 80 کوڑوں کی حد واجب ہو جاتی ہے۔ آیت میں مُحْصَنَات کا لفظ (یعنی صرف عورتوں پر تہمت لگانے کا بیان) مخصوص واقعہ کے سبب سے وارد ہوا یا اس لئے کہ عورتوں کو تہمت لگانا بکثرت واقع ہوتا ہے۔

(2)... ایسے لوگ جو زنا کی تہمت میں سزا یاب ہوں اور ان پر حد جاری ہو چکی ہو وہ مَرْدُوْدُ الشَّہادَۃ ہو جاتے ہیں، یعنی ان کی گواہی کبھی مقبول نہیں ہوتی۔ پارسا سے مراد وہ ہیں جو مسلمان، مُکَلَّف، آزاد اور زنا سے پاک ہوں۔

(3)... زنا کی گواہی کا نصاب چار گواہ ہیں۔

(4)... حدِ قَذَف یعنی زنا کی تہمت لگانے کی سزا مطالبہ پر مشروط ہے، جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ مطالبہ نہ کرے تو قاضی پر حد قائم کرنا لازم نہیں۔

(5)...جس پر تہمت لگائی گئی ہے اگر وہ زندہ ہو تو مطالبہ کا حق اسی کو ہے اور اگر مر گیا ہو تو اس کے بیٹے پوتے کو بھی ہے۔

(6)...غلام اپنے مولیٰ کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف قذف یعنی اپنی ماں پر زنا کی تہمت لگانے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

(7)...قذف کے الفاظ یہ ہیں کہ وہ صراحتًا کسی کو اے زانی کہے یا یہ کہے کہ تو اپنے باپ سے نہیں ہے یا اس کے باپ کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے یا اس کو زانیہ کا بیٹا کہہ کر پکارے جبکہ اس کی ماں پارسا ہو تو ایسا شخص قَاذِف یعنی زنا کی تہمت لگانے والا ہو جائے گا اور اس پر تہمت کی حد لازم آئے گی۔

(8)...اگر غیر مُحْصَن کو زنا کی تہمت لگائی مثلاً کسی غلام کو یا کافر کو یا ایسے شخص کو جس کا کبھی زنا کرنا ثابت ہو تو اس پر حدِ قذف قائم نہ ہو گی بلکہ اس پر تعزیر واجب ہو گی اور یہ تعزیر 3 سے 39 کوڑے تک جتنے شرعی حاکم تجویز کرے اتنے کوڑے لگانا ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے زنا کے سوا اور کسی گناہ کی تہمت لگائی اور پارسا مسلمان کو اے فاسق، اے کافر، اے خبیث، اے چور، اے بدکار، اے مُخَنَّث، اے بد دیانت، اے لوطی، اے زندیق، اے دَیُّوث، اے شرابی، اے سود خوار، اے بدکار عورت کے بچے، اے حرام زادے، اس قسم کے الفاظ کہے تو بھی اس پر تعزیر واجب ہو گی۔

نوٹ: حدِ قذف سے متعلق مسائل کی تفصیلی معلومات کے لئے بہار شریعت

جلد 2 حصہ 9 سے ”قذف کا بیان“ مطالعہ فرمائیں۔

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ-اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ(6) وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ(7) وَ یَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ-اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ(8) وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ(9) وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ(10)

ترجمہ: اور وہ جو اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنی ذات کے علاوہ گواہ نہ ہوں تو ان میں سے ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک وہ سچا ہے۔ اور پانچویں گواہی یہ ہو کہ اُس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور عورت سے سزا کو یہ بات دور کرے گی کہ وہ اللہ کے نام کے ساتھ چار بار گواہی دے کہ بیشک مرد جھوٹوں میں سے ہے۔ اور پانچویں بار یوں کہ عورت پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچوں میں سے ہو۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ کہ اللہ بہت توبہ قبول فرمانے والا، حکمت والا ہے (تو وہ تمہارے راز کھول دیتا)۔

بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کے شرعی حکم کا خلاصہ:

ان آیات میں بیوی پر زنا کی تہمت لگانے کا جو حکم بیان ہوا اسے شریعت کی اصطلاح میں ''لِعان'' کہتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اگر مرد و عورت دونوں گواہی دینے کی اہلیت رکھتے ہوں اور عورت اس پر مطالبہ کرے تو مرد پر لِعان واجب ہوجاتا ہے اگر وہ لِعان سے انکار کردے تو اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک وہ لعان کرے یا اپنے جھوٹ کا اقرار کرلے۔ اگر جھوٹ کا اقرار کرے تو اس کو حدِ قذف لگائی جائے گی جس کا بیان اوپر گزر چکا ہے اور اگر لِعان کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسے چار مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ وہ اس عورت پر زنا کا الزام لگانے میں سچا ہے اور پانچویں مرتبہ کہنا ہوگا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی مجھ پر لعنت ہو اگر میں یہ الزام لگانے میں جھوٹا ہوں۔ اتنا کرنے کے بعد مرد پر سے حدِ قذف ساقط ہوجائے گی اور عورت پر لعان واجب ہوگا۔ وہ انکار کرے گی تو قید کی جائے گی یہاں تک کہ لعان منظور کرے یا شوہر کے الزام لگانے کی تصدیق کرے۔ اگر تصدیق کی تو عورت پر زنا کی حد لگائی جائے گی اور اگر لعان کرنا چاہے تو اسے بھی چار مرتبہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم کے ساتھ کہنا ہوگا کہ مرد اس پر زنا کی تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہنا ہوگا کہ اگر مرد اس الزام لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا عَزَّوَجَلَّ کا غضب ہو۔ اتنا کہنے کے بعد عورت سے زنا کی حد ساقط ہوجائے گی اور لعان کے بعد قاضی کے جدائی کروا دینے سے میاں بیوی

میں جدائی واقع ہوگی، بغیر قاضی کے نہیں اور یہ جدائی طلاقِ بائنہ ہوگی۔ اور اگر مرد گواہی دینے کی اہلیت رکھنے والوں میں سے نہ ہو مثلاً غلام ہو یا کافر ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو تو لعان نہ ہوگا اور تہمت لگانے سے مرد پر حدِ قذف لگائی جائے گی اور اگر مرد گواہی کی اہلیت رکھنے والوں میں سے ہو اور عورت میں یہ اہلیت نہ ہو، اس طرح کہ وہ باندی ہو یا کافرہ ہو یا اس پر قذف کی حد لگ چکی ہو یا بچی ہو یا مجنونہ ہو یا زانیہ ہو، اس صورت میں نہ مرد پر حد ہوگی اور نہ لعان۔

نوٹ: لعان سے متعلق مزید مسائل کی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 حصہ 8 سے "لِعان کا بیان" مطالعہ فرمائیں۔

اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَیْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّ تَحْسَبُوْنَهٗ هَیِّنًا ۚ وَّ هُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمٌ(15)

ترجمہ: جب تم ایسی بات ایک دوسرے سے سن کر اپنی زبانوں پر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہتے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اسے معمولی سمجھتے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا تھا۔

سب صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ عادل ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ بعض صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ سے گناہ اور مَعصِیَّت صادِر ہوئی مگر وہ اس پر قائم نہ ہوئے بلکہ انہیں توبہ کی توفیق ملی، لہٰذا یہ

درست ہے کہ سارے صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ عادل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

''وَ كُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ''(حدید:۱۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: اور ان سب سے اللہ نے سب سے اچھی چیز (جنت) کا وعدہ فرمالیا ہے۔

اور فرماتا ہے:

''رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ''(توبہ:۱۰۰)

ترجمۂ کنزُالعِرفان: ان سب سے اللہ راضی ہوا اور یہ اللہ سے راضی ہیں۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ فاسق سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس سے جنت کا وعدہ فرماتا ہے۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ(17)

ترجمہ: اللہ تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ دوبارہ کبھی اس طرح کی بات کی طرف نہ لوٹنا اگر تم ایمان والے ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگانا خالص کفر ہے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اب جو حضرت عائشہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا پر تہمت لگائے یا ان کی جناب میں تَرَدُّد میں رہے وہ مؤمن نہیں کافر ہے۔ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا خان رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں "اُمُّ المومنین صدیقہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہا کا قذف (یعنی ان پر تہمت لگانا) کفرِ خالص ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، ۱۴/ ۲۴۵)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ-ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(27)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان میں رہنے والوں پر سلام نہ کرلو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت مان لو۔

دوسروں کے گھر جانے سے متعلق 3 شرعی احکام:

یہاں اس آیت کے حوالے سے 3 شرعی احکام ملاحظہ ہوں،

(1)...اس آیت سے ثابت ہوا کہ غیر کے گھر میں کوئی بے اجازت داخل نہ ہو۔ اجازت لینے کا طریقہ یہ بھی ہے کہ بلند آواز سے سُبْحَانَ اللہ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ یا اللہ اَکْبَر کہے، یا کھنکارے جس سے مکان والوں کو معلوم ہوجائے کہ کوئی آنا چاہتا ہے (اور یہ سب کام اجازت لینے کے طور پر ہوں) یا یہ کہے کہ کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ غیر کے گھر سے وہ گھر مراد ہے جس میں غیر رہتا ہو خواہ وہ اس کا مالک ہو یا نہ ہو۔

(روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۲۷، ۶/ ۱۳۷، ملخصًا)

(2) ...غیر کے گھر جانے والے کی اگر صاحبِ مکان سے پہلے ہی ملاقات ہوجائے تو پہلے سلام کرے پھر اجازت چاہے اور اگر وہ مکان کے اندر ہو تو سلام کے ساتھ اجازت لے اور اس طرح کہے: السلام علیکم، کیا مجھے اندر آنے کی اجازت ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ سلام کو کلام پر مُقَدَّم کرو۔

(ترمذی، کتاب الاستءذان والآداب عن رسول اللّٰہ، باب ماجاء فی السلام قبل الکلام، ۴/۳۲۱، الحدیث: ۲۷۰۸)

(3)...اگر دروازے کے سامنے کھڑے ہونے میں بے پردگی کا اندیشہ ہو تو دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو کر اجازت طلب کرے۔ حدیث شریف میں ہے اگر گھر میں ماں ہو جب بھی اجازت طلب کرے۔

(موطا امام مالک، کتاب الاستءذان، باب الاستءذان، ۲/۴۴۶، الحدیث: ۱۸۴۷)

فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ-وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ(28)

ترجمہ: پھر اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو بھی ان میں داخل نہ ہونا جب تک تمہیں اجازت نہ دیدی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے ”واپس لوٹ جاؤ“ تو تم واپس لوٹ جاؤ، یہ تمہارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جاننے والا ہے۔

کسی کا دروازہ بجانے سے متعلق دو اہم باتیں:

جب بھی کسی کے گھر جائیں تو دروازہ بجانے سے پہلے دو باتوں کا ضرور لحاظ رکھیں۔

(1)...بہت زور سے دروازہ کھٹ کھٹانا یا باہر سے آواز دینا

کسی کا دروازہ بہت زور سے کھٹ کھٹانا اور شدید آواز سے چیخنا خاص کر علماء اور بزرگوں کے دروازوں پر ایسا کرنا اوران کو زُور سے پکارنا مکروہ و خلافِ ادب ہے۔(مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۲۸، ص۷۷٦) لہٰذا درمیانے انداز میں دروازہ بجائیں اور آواز دینے کی ضرورت ہو تو درمیانی آواز سے پکاریں، یونہی جس کے گھر پہ بیل لگی ہو تو ایسا نہ کریں کہ بٹن پر ہاتھ رکھ کر ہی کھڑے ہو جائیں اور جب تک دروازہ کُھل نہ جائے اس سے ہاتھ نہ ہٹائیں بلکہ ایک بار بٹن دبا کر کچھ دیر انتظار کریں، اگر دروازہ نہ کھلے تو دوبارہ بجالیں، کچھ دیر انتظار کے بعد پھر بجالیں، اگر تیسری بار بجانے کے بعد بھی جواب نہ ملے تو کسی شدید مجبوری اور ضرورت کے بغیر چوتھی بار نہ بجائیں بلکہ واپس چلے جائیں اور کسی دوسرے وقت میں ملاقات کرلیں۔ نیز یہاں یہ بھی یاد رہے کہ تین مرتبہ تک دروازہ بجانے یا گھنٹی بجانے کی اجازت ہے، کوئی واجب نہیں لہٰذا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دو یا ایک مرتبہ دروازہ بجانے پر اگر کوئی دروازہ نہ کھولے تو واپس چلے جائیں۔

(2)...پوچھا جائے کہ کون ہے تو جواب میں ”میں ہوں“ کہنا

جب کسی کا دروازہ بجائیں اور اندر سے پوچھا جائے کہ کون ہے تو اس کے جواب میں یہ نہ کہیں کہ میں ہوں ، بلکہ اپنا نام بتائیں تاکہ پوچھنے والا آپ کو پہچان سکے۔ حضرت جابر رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے قرض کے سلسلے میں حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو میں نے دروازہ بجایا۔ آپ نے پوچھا: کون ہے ؟ میں نے عرض کی: میں ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”میں ، میں۔“ (یعنی میں تو میں بھی ہوں) گویا آپ نے اس جواب کو ناپسند فرمایا۔

(بخاری، کتاب الاستئذان، باب ماذا قال: من ذا؟ فقال: انا، ۴/۱۷۱، الحدیث: ۶۲۵۰)

نوٹ: مزید تفصیل کے لئے بہارِ شریعت جلد 3 حصہ 16 سے ”مکان میں جانے کا بیان“ مطالعہ فرمائیں۔

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ۪-وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۪-وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّؕ-وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ

تُفْلِحُوْنَ﴿31﴾

ترجمہ: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنی زینت نہ دکھائیں مگر جتنا (بدن کا حصہ) خود ہی ظاہر ہے اور وہ اپنے دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹوں یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی (مسلمان) عورتوں یا اپنی کنیزوں پر جو ان کی ملکیت ہوں یا مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر اپنے پاؤں اس لئے زور سے نہ ماریں کہ ان کی اس زینت کا پتہ چل جائے جو انہوں نے چھپائی ہوئی ہے اور اے مسلمانو! تم سب اللہ کی طرف توبہ کرو اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

عورت کا اجنبی مرد کو دیکھنے کا شرعی حکم:

یہاں ایک مسئلہ یاد رہے کہ عورت کا اجنبی مرد کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے، جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کی طرف نظر کرنے سے شہوت پیدا نہیں ہوگی اور اگر اس کا شبہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے۔

زینت سے مراد:

ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”زینت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعے عورت سجتی سنورتی ہے جیسے زیور اور سرمہ وغیرہ اور چونکہ محض زینت کے سامان کو دکھانا مباح ہے اس لئے آیت کا معنی یہ ہے کہ مسلمان عورتیں اپنے بدن کے ان اعضا کو ظاہر نہ کریں جہاں زینت کرتی ہیں جیسے سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں، البتہ بدن کے وہ اعضا جو عام طور پر ظاہر ہوتے ہیں جیسے چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں، انہیں چھپانے میں چونکہ مشقت واضح ہے اس لئے ان اعضا کو ظاہر کرنے میں حرج نہیں۔ (لیکن فی زمانہ چہرہ بھی چھپایا جائے گا جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔) (مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ص ۷۷۷)

اِس آیتِ مبارکہ کے بارے میں ملا جیون رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ اپنا نکتہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں مذکور حکم نماز کے بارے میں ہے (یعنی عورت نماز پڑھتے وقت چہرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کے علاوہ پورا بدن چھپائے۔ یہ حکم عورت کو) دیکھنے کے بارے میں نہیں کیونکہ عورت کا تمام بدن عورت یعنی چھپانے کی چیز ہے۔ شوہر اور مَحرم کے سوا کسی اور کے لئے اس کے کسی حصہ کو بے ضرورت دیکھنا جائز نہیں اور علاج وغیرہ کی ضرورت سے بقدرِ ضرورت جائز ہے۔“ (تفسیرات احمدیہ، النور، تحت الآیۃ: ۳۱، ص ۵۶۲)

مسلمان عورت کو سر ڈھانپنے کا حکم

یعنی مسلمان عورتیں اپنے دوپٹوں کے ذریعے اپنے بالوں ، گردن، پہنے ہوئے زیور اور سینے وغیرہ کو ڈھانپ کر رکھیں۔(تفسیرات احمدیہ، النور، تحت الآیۃ:۳۱، ص ۵۶۲)

وہ لوگ جن کے سامنے عورت زینت کے اعضا ظاہر کر سکتی ہے:

اس آیت سے ان مردوں کے بارے میں بتایا گیا ہے جن کے سامنے عورت اپنی پوشیدہ زینت کے اعضا مثلاً سر، کان، گردن، سینہ، بازو، کہنیاں اور پنڈلیاں وغیرہ ظاہر کر سکتی ہے۔ چنانچہ وہ مرد حضرات درج ذیل ہیں،

(1)...شوہر۔

(2)...باپ۔ اس کے حکم میں دادا پَردادا وغیرہ تمام اصول شامل ہیں۔

(3)...شوہروں کے باپ یعنی سُسر کہ وہ بھی مَحرم ہو جاتے ہیں۔

(4)...اپنے بیٹے۔ اِنہیں کے حکم میں اِن کی اولاد بھی داخل ہے۔

(5)...شوہروں کے بیٹے کہ وہ بھی مَحرم ہو گئے۔

(6،7)...سگے بھائی۔ سگے بھتیجے۔

(8)...سگے بھانجے۔ اِنہیں کے حکم میں چچا ماموں وغیرہ تمام مَحارِم داخل ہیں۔

(9)...مسلمان عورتوں کے سامنے۔

کافرہ عورت (Non-muslim woman) کے سامنے اپنا بدن کھولنے کا

شرعی حکم

مسلمان عورتوں کا اپنا ستر، غیر مسلم عورتوں کے سامنے کھولنا منع ہے چنانچہ حضرت عمر فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ کو خط لکھا تھا کہ کُفّار اہلِ کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان عورت کو کافرہ عورت کے سامنے اپنا بدن کھولنا جائز نہیں۔ مسئلہ: عورت اپنے غلام سے بھی اجنبی مرد کی طرح پردہ کرے۔

(10)... اپنی ملکیت میں موجود کنیزوں کے سامنے۔ ان پر اپنا سنگار ظاہر کرنا ممنوع نہیں اور غلام اِن کے حکم میں نہیں، اس کو اپنی مالکہ کی زینت کی جگہوں کو دیکھنا جائز نہیں۔

(11)... مردوں میں سے وہ نوکر جو شہوت والے نہ ہوں مثلاً ایسے بوڑھے ہوں جنہیں اصلاً شہوت باقی نہیں رہی ہو اور وہ نیک ہوں۔

یاد رہے کہ ائمہ حنفیہ کے نزدیک خصی اور عنین نظر کی حرمت کے معاملے میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔ اس طرح بُرے اَفعال کرنے والے ہیجڑوں سے بھی پردہ کیا جائے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث سے ثابت ہے۔

(12)... وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں، وہ ابھی ناسمجھ نابالغ

ہیں۔

(مدارک، النور، تحت الآیۃ:۳۱، ص۷۷۸، خازن، النور، تحت الآیۃ:۳۱، ۳/۳۴۹، خزاءن العرفان، النور، تحت الآیۃ:۳۱، ص۶۵۶، ملتقطاً)

مَحارِم کے سامنے عورت کا بناؤ سنگار ظاہر کرنے کا شرعی حکم:

یادرہے کہ شوہر کے علاوہ دیگر مَحارِم کے سامنے بھی عورت اپنے بناؤ سنگار کے اعضاء اس وقت ظاہر کر سکتی ہے جب ان میں سے کسی کو شہوت کا اندیشہ نہ ہو، اگر شہوت کا اندیشہ ہو تو ظاہر کرنا ناجائز ہے۔

عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں

عورتیں چلنے پھرنے میں پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ اُن کے زیور کی جھنکار نہ سُنی جائے۔'' اسی لئے چاہیے کہ عورتیں بجنے والے جھانجھن نہ پہنیں ۔ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قوم کی دعا نہیں قبول فرماتا جن کی عورتیں جھانجھن پہنتی ہوں۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ جب زیور کی آواز دعا قبول نہ ہونے کا سبب ہے تو خاص عورت کی آواز اور اس کی بے پردگی کیسی اللہ تعالیٰ کے غضب کو لازم کرنے والی ہوگی۔ پردے کی طرف سے بے پروائی تباہی کا سبب ہے (اللہ کی پناہ)۔

(تفسیر احمدی، النور، تحت الآیۃ:۳۱، ص۵۶۵، خزاءن العرفان، النور، تحت الآیۃ:۳۱، ص۶۵۶، ملتقطاً)

پردے سے متعلق شرعی اَحکام کی تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لئے

امیرِاہلسنّت دَامَتْ بَرَکَاتُھُمُ الْعَالِیَہ کی کتاب ”پردے کے بارے میں سوال جواب“ (مطبوعہ مکتبۃ المدینہ) کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔

وَ اَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْؕ-اِنْ یَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖؕ-وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ(32)

ترجمہ: اور تم میں سے جو بغیر نکاح کے ہوں اور تمہارے غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نیک ہیں ان کے نکاح کردو۔ اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے گا اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

نکاح کرنے کا شرعی حکم:

نکاح کرنے کا شرعی حکم یہ ہے کہ اِعتدال کی حالت میں یعنی نہ شہوت کا زیادہ غلبہ ہو اور نامرد بھی نہ ہو، مہر اور نان نفقہ پر قدرت رکھتا ہو تو نکاح سنّتِ مُؤکَّدہ ہے۔ زِنا میں پڑنے کا اندیشہ ہے اور زَوجِیَّت کے حقوق پورے کرنے پر قادِر ہے تو واجب اور اگر زِنا میں پڑنے کا یقین ہو تو نکاح کرنا فرض ہے، زوجیت کے حقوق پورے نہ کرسکنے کا اندیشہ ہو تو نکاح مکروہ اور حقوق پورے نہ کرسکنے کا یقین ہو تو حرام ہے۔

(بہارِ شریعت، حصہ ہفتم، نکاح کا بیان، ۲/۵-۴، ملخصًا)

نوٹ: نکاح سے متعلق مسائل کی مزید معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد 2 سے حصہ 7 کا مطالعہ فرمائیں۔

وَ لْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(33)

ترجمہ: اور جو لوگ نکاح کرنے کی طاقت نہیں پاتے انہیں چاہیے کہ پاکدامنی اختیار کریں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے اور تمہارے غلام اور لونڈیوں میں سے جو مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو تم انہیں (یہ معاہدہ) لکھ دو اگر تم ان میں کچھ بھلائی جانو اور تم ان کی اللہ کے اس مال سے مدد کرو جو اس نے تمہیں دیا ہے اور تم دنیوی زندگی کا مال طلب کرنے کیلئے اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو (خصوصًا) اگر وہ خود (بھی) بچنا چاہتی ہوں اور جو انہیں مجبور کرے گا تو بیشک اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد بہت بخشنے والا، مہربان ہے۔

نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں سے متعلق شرعی مسائل:

یہاں نکاح کی استطاعت نہ رکھنے والوں کے بارے میں دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں،

(1)…کس صورت میں نکاح کرنا حرام ہوتا ہے؟

اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کرسکے گا تو نکاح کرنا مکروہ ہے اور اگر ان باتوں کا یقین ہو تو نکاح کرنا حرام ہے مگر نکاح کرلیا تو نکاح بہرحال ہوجائے گا۔

(2)…جو لوگ کسی وجہ سے نکاح کی استطاعت نہیں رکھتے تو انہیں چاہئے کہ کثرت سے روزے رکھیں جیساکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ”اے جوانو! تم میں جو کوئی نکاح کی استطاعت رکھتا ہے وہ نکاح کرے کہ یہ اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے سے نگاہ کو روکنے والا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا ہے اور جس میں نکاح کی استطاعت نہیں وہ روزے رکھے کہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے۔“ (مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ۔۔۔ الخ، ص۷۲۵، الحدیث: ۳(۱۴۰۰))

غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں چند شرعی احکام

آیت کے آخری حصے میں غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں چند احکام بیان ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(1)…جو غلام اور لونڈی مخصوص مقدار میں مال کما کر دینے کی شرط پر آزادی کے طلبگار ہوں تو انہیں اس کا معاہدہ لکھ دینا مستحب ہے، اس طرح کی آزادی کو شریعت کی

اِصطلاح میں کِتابَت اور ایسا معاہدہ کرنے والے غلام کو مُکاتَب کہتے ہیں جبکہ جو مال دینا طے پائے اسے بَدَلِ کِتابَت کہتے ہیں۔

(2)...غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ ایسا معاہدہ کرنا اس وقت مستحب ہے جب وہ امانت و دیانت اور کمائی پر قدرت رکھتے ہوں تاکہ وہ حلال روزی سے مال حاصل کر کے آزاد ہو سکیں اور اپنے آقا کو مال دے کر آزادی حاصل کرنے کے لئے بھیک نہ مانگتے پھریں، اسی لئے حضرتِ سلمان فارسی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ نے اپنے اس غلام کو مُکاتَب کرنے سے انکار فرمادیا جو بھیک مانگنے کے علاوہ کمائی کا کوئی ذریعہ نہ رکھتا تھا۔

(3)...مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مکاتب غلاموں کو زکوٰۃ وغیرہ دے کر ان کی مدد کریں تاکہ وہ بَدَلِ کِتابَت دے کر اپنی گردن چھڑا سکیں اور آزاد ہو سکیں۔

نوٹ: غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کرنے کے بارے میں تفصیلی مسائل کی معلومات کے لئے بہارِ شریعت جلد2 حصہ9 سے ''آزاد کرنے کا بیان'' مطالعہ فرمائیں ۔نیز یاد رہے کہ فی زمانہ عالمی سطح پر انسانوں کو غلام یا لونڈی بنانے کا قانون ختم ہو چکا ہے۔

زِنا پر مجبور کئے جانے کی تفصیل:

علامہ اسماعیل حقی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: زنا پر مجبور کیا جانا اس وقت ثابت ہو گا جب کوئی جان سے مار دینے یا جسم کا کوئی عضو ضائع کر دینے کی دھمکی دے

اور اگر (ایسی دھمکی نہ ہو بلکہ) تھوڑی بہت دھمکی ہو تو زنا پر مجبور کیا جانا ثابت نہ ہو گا۔

(روح البیان، النور، تحت الآیۃ: ۳۳، ۶/۱۵۰)

جس عورت کے ساتھ زبردستی زنا (Rape) کیا گیا، کیا وہ گناہگار ہوگی؟

اس مسئلے کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی عورت سچے دل کے ساتھ زنا سے بچنا چاہتی ہے اور کوئی شخص اسے زنا نہ کرنے کی صورت میں جان سے مار دینے یا اس کا کوئی عضو ضائع کر دینے یا شدید مار مارنے کی دھمکی دے رہا ہے اور عورت سمجھتی ہے کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو یہ جو کہہ رہا ہے وہ کر گزرے گا، اس صورت میں وہ زنا کئے جانے پر مجبور شمار ہوگی اور اگر اس کے ساتھ زنا ہوا تو وہ گناہگار نہیں ہوگی اور اگر دھمکی کی نوعیت ایسی نہیں بلکہ قید کر دینے یا معمولی مار مارنے وغیرہ کی دھمکی ہے تو ایسی صورت میں عورت زنا پر مجبور شمار نہ ہوگی اور زِنا ہونے کی صورت میں گناہگار بھی ہو گی۔

عورتوں کو زنا پر مجبور کرنے والے غور کریں:

یاد رہے کہ اس آیتِ مبارکہ میں جو کنیزوں کو بدکاری پر مجبور کرنے سے منع فرمایا گیا، اس حکم میں کنیزوں کے ساتھ ساتھ آزاد عورتیں بھی داخل ہیں اور انہیں بھی زنا پر مجبور کرنا منع ہے، نیز زنا پر مجبور کرنا دنیا کا مال طلب کرنے کیلئے ہو یا کسی اور غرض سے بہر صورت حرام اور شیطانی کام ہے اور آیت کے آخر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زنا پر

مجبور کرنے والے گناہگار ہیں۔ اسے سامنے رکھتے ہوئے ان لوگوں کو اپنے طرزِ عمل پر غور کرنے کی شدید ضرورت ہے جو محنت مزدوری کر کے خود کما کر لانے سے جی چرانے کی بنا پر گھر کے اخراجات چلانے کیلئے یا اپنی خواہشات اور نشے کی لت پوری کرنے کیلئے کمینے پن کی حد پار کر دیتے اور اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہوؤں وغیرہ کو زنا کروانے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ اس ذریعے سے حاصل ہونے والا مال گھر کے اخراجات چلانے، اپنی خواہشات اور نشہ پورا کرنے میں کام آئے، اسی طرح وہ لوگ بھی اپنی حالت پر غور کریں جو عورتوں کو ورغلا کر پہلے ان کی گندی تصاویر اور وڈیوز بنا لیتے ہیں، یا ان کی نجی زندگی کے کچھ ایسے پہلو نوٹ کر لیتے ہیں جن کا ظاہر ہو جانا عورت اپنے حق میں شدید نقصان دہ سمجھتی ہے، پھر یہ لوگ ان چیزوں کو منظرِ عام پر لانے کی دھمکیاں دے کر انہیں زنا کروانے پر مجبور کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ یاد رکھیں کہ جس عورت کے حق میں شریعت کے اصولوں کے مطابق زنا پر مجبور کیا جانا ثابت ہوا اسے تو اللہ تعالیٰ مہربانی فرماتے ہوئے بخش دے گا لیکن زنا پر مجبور کرنے والا بہر حال گناہگار ہو گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اس چیز سے باز نہ آیا تو وہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور جہنم کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو عقلِ سلیم اور ہدایت عطا فرمائے، اٰمین۔

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّ لَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءِ

الزَّكٰوةِ ﭪ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ (37) لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ يَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (38)

ترجمہ: وہ مرد جن کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی، وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں اُلٹ جائیں گے۔ تاکہ اللہ انہیں ان کے بہتر کاموں کا بدلہ دے اور اپنے فضل سے انہیں مزید عطا فرمائے اور اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق عطا فرماتا ہے۔

عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے:

یاد رہے کہ اس آیت میں بطورِ خاص مردوں کا ذکر اس لئے ہوا کہ عورتوں پر جمعہ یا جماعت کے ساتھ دیگر نمازوں کی ادائیگی کے لئے مسجد میں حاضر ہونا لازم نہیں۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ: ۳۷، ۳/۳۵۵) عورت کے لئے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ فضیلت کا حامل ہے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”عورت کا دالان یعنی بڑے کمرے میں نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں نماز ادا کرنا دالان میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔“

(ابوداؤد، کتاب الصلاۃ، باب التشدید فی ذلک، ۱/۲۳۵، الحدیث: ۵۷۰)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍؕ-مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ۫ؕ-ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْؕ-لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّؕ-طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ-كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ(58)

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے غلام اور تم میں سے جو بالغ عمر کو نہیں پہنچے، انہیں چاہیے کہ تین اوقات میں، فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جب تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو اور نمازِ عشاء کے بعد (گھر میں داخلے سے پہلے) تم سے اجازت لیں۔ یہ تین اوقات تمہاری شرم کے ہیں۔ ان تین اوقات کے بعد تم پر اور ان پر کچھ گناہ نہیں۔ وہ تمہارے ہاں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں۔ اللہ تمہارے لئے یونہی آیات بیان کرتا ہے اور اللہ علم والا، حکمت والا ہے۔

اجازت طلب کرنے کے تین اوقات

اس آیت میں غلاموں، باندیوں اور بلوغت کے قریب لڑکے، لڑکیوں کو تین اوقات میں گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت لینے کا حکم دیا گیا۔ وہ تین اوقات یہ

ہیں۔

(1)...فجر کی نماز سے پہلے۔ کیونکہ یہ خواب گاہوں سے اُٹھنے اور شب خوابی کا لباس اُتار کر بیداری کے کپڑے پہننے کا وقت ہے۔

(2)...دوپہر کے وقت، جب لوگ قیلولہ کرنے کے لئے اپنے کپڑے اُتار کر رکھ دیتے اور تہ بند باندھ لیتے ہیں۔

(3)...نمازِ عشاء کے بعد، کیونکہ یہ بیداری کی حالت میں پہنا ہوا لباس اُتارنے اور سوتے وقت کا لباس پہننے کا ٹائم ہے۔

یہ تین اوقات ایسے ہیں کہ اِن میں خلوت و تنہائی ہوتی ہے، بدن چھپانے کا بہت اہتمام نہیں ہوتا، ممکن ہے کہ بدن کا کوئی حصہ کُھل جائے جس کے ظاہر ہونے سے شرم آتی ہے، لہٰذا اِن اوقات میں غلام اور بچے بھی بے اجازت داخل نہ ہوں اور اُن کے علاوہ جوان لوگ تمام اوقات میں اجازت حاصل کریں، وہ کسی وقت بھی اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ ان تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں غلام اور بچے بے اجازت داخل ہوسکتے ہیں کیونکہ وہ کام اور خدمت کیلئے ایک دوسرے کے پاس بار بار آنے والے ہیں تو اُن پر ہر وقت اجازت طلب کرنا لازم ہونے میں حرج پیدا ہوگا اور شریعت میں حرج کو دُور کیا گیا ہے۔

(خازن، النور، تحت الآیۃ: ۵۸، ۳/۳۶۲-۳۶۱، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ۵۸، ص۷۸۹، ملتقطاً)

لڑکا اور لڑکی کب بالغ ہوتے ہیں؟

یاد رہے کہ لڑکے اور لڑکی میں جب بلوغت کے آثار ظاہر ہوں مثلاً لڑکے کو احتلام ہو اور لڑکی کو حیض آئے اس وقت سے وہ بالغ ہیں اور اگر بلوغت کے آثار ظاہر نہ ہوں تو پندرہ برس کی عمر پوری ہونے سے بالغ سمجھے جائیں گے۔

(فتاویٰ رضویہ، ۱۲/۳۹۹، ملخصًا)

لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْؕ-لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًاؕ-فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةًؕ-كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(61)

ترجمہ: اندھے اور لنگڑے اور بیمار پر کوئی پابندی نہیں اور تم پر بھی کوئی پابندی نہیں کہ تم کھاؤ اپنی اولاد کے گھروں سے یا اپنے باپ کے گھروں یا اپنی ماں کے گھر سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے

گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے گھر سے۔ تم پر کوئی پابندی نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔ پھر جب گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، (یہ) ملتے وقت کی اچھی دعا ہے، اللہ کے پاس سے مبارک پاکیزہ (کلمہ ہے) اللہ یونہی اپنی آیات تمہارے لئے بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔

وہ مقامات جہاں سے کھانا مباح ہے

اس آیت میں گیارہ مقامات ایسے بتائے گئے جہاں سے کھانا مباح ہے۔

(1) اپنی اولاد کے گھروں سے، کیونکہ اولاد کا گھر اپنا ہی گھر ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسولِ کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا: ”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“ (ابو داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی الرجل یاکل من مال ولدہ، ۳/۴۰۳، الحدیث: ۳۵۳۰) اسی طرح شوہر کے لئے بیوی کا اور بیوی کے لئے شوہر کا گھر بھی اپنا ہی گھر ہے۔

(2) اپنے باپ کے گھروں سے۔

(3) اپنی ماں کے گھر سے۔

(4) اپنے بھائیوں کے گھروں۔

(5) اپنی بہنوں کے گھروں سے۔

(6) اپنے چچاؤں کے گھروں سے۔

(7) اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے۔

(8) اپنے ماموؤں کے گھروں سے۔

(9) اپنی خالاؤں کے گھروں سے۔

(10) اس گھر سے جس کی چابیاں تمہارے قبضہ میں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمَا نے فرمایا کہ اس سے مراد آدمی کا وکیل اور اس کے معاملات کے انتظامات پر مامور شخص ہے۔ (11) اپنے دوست کے گھر سے۔ (خازن، النور، تحت الآیۃ: ٦١، ٣ / ٣٦٣، مدارک، النور، تحت الآیۃ: ٦١، ص٧٩١، جلالین، النور، تحت الآیۃ: ٦١، ص٣٠٢، ملتقطاً)

اجازت کے بغیر کسی کی چیز کھانے کا شرعی حکم:

خلاصہ یہ ہے کہ ان سب لوگوں کے گھر کھانا، کھانا جائز ہے خواہ وہ موجود ہوں یا نہ ہوں لیکن یہ اجازت اس صورت میں جب کہ وہ اس پر رضامند ہوں اور اگر وہ اس پر رضامند نہ ہوں تو اگرچہ وہ واضح طور پر اجازت دے دیں تب بھی ان کا کھانا، کھانا مکروہ ہے اور فی زمانہ تو یہی سمجھ آتا ہے کہ کسی کی غیر موجودگی میں اور اجازت کے بغیر بالکل نہ کھائے کیونکہ ہمارے زمانے کے حالات میں مادیت پرستی بہت بڑھ چکی ہے۔ امام غزالی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”جب آدمی اپنے کسی دوست کے گھر جائے

اور صاحبِ خانہ گھر پر نہ ہو اور اِسے اس کی دوستی پر کامل یقین ہو، نیز وہ آدمی جانتا ہو کہ اس کا دوست اس کے کھانے پر خوش ہو گا تو وہ اپنے دوست کی اجازت کے بغیر کھا سکتا ہے کیونکہ اجازت سے مراد رضامندی ہے اور بعض لوگ صراحتًا اجازت دے دیتے ہیں اور اس اجازت پر قسم کھاتے ہیں لیکن وہ دل سے راضی نہیں ہوتے (لہٰذا اگر قرائن کے ذریعے تجھ پر یہ ظاہر ہو کہ اسے تیرا کھانا پسند نہیں تو اس کا کھانا مت کھاؤ کہ) ایسے لوگوں کا کھانا، کھانا مکروہ ہے۔‘‘

(احیاء علوم الدین، کتاب آداب الاکل، الباب الثالث، آداب الدخول للطعام، ۲/۱۳)

ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی رَحْمَۃُ اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں ہمارے اسلاف کا تو یہ حال تھا کہ آدمی اپنے دوست کے گھر اس کی غیر موجودگی میں پہنچتا تو اس کی باندی سے اس کا تھیلا طلب کرتا اور جو چاہتا اس میں سے لے لیتا، جب وہ دوست گھر آتا اور باندی اس کو خبر دیتی تو اس خوشی میں وہ باندی کو آزاد کر دیتا مگر اس زمانہ میں یہ فیاضی کہاں؟ لہٰذا اب اجازت کے بغیر نہیں کھانا چاہئے۔

(مدارک، النور، تحت الآیۃ:۶۱، ص۷۹۱)

گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل:

یہاں گھر میں داخل ہوتے وقت اہلِ خانہ کو سلام کرنے سے متعلق دو شرعی مسائل ملاحظہ ہوں:

(1)... جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہو تو اپنے اہلِ خانہ کو سلام کرے اور ان لوگوں کو جو مکان میں ہوں بشرطیکہ وہ مسلمان ہوں۔

(2)...اگر خالی مکان میں داخل ہو جہاں کوئی نہیں ہے تو کہے:

''اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الْبَيْتِ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ''

حضرت عبد اللہ بن عباس رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا نے فرمایا کہ مکان سے یہاں مسجدیں مُراد ہیں۔ امام نخعی رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ فرماتے ہیں کہ جب مسجد میں کوئی نہ ہو تو کہے ''اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(الشفا، القسم الثانی، الباب الرابع فی حکم الصلاۃ علیہ، فصل فی الموطن التی یستحبّ فیہا الصلاۃ والسلام۔۔۔ الخ، ص٦٧، الجزء الثانی)

ملا علی قاری رَحْمَةُ اللهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ نے شفا شریف کی شرح میں لکھا کہ خالی مکان میں سرکارِ دو عالَم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ پر سلام عرض کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اہلِ اسلام کے گھروں میں روحِ اقدس جلوہ فرما ہوتی ہے۔

(شرح الشفا، القسم الثانی، الباب الرابع فی حکم الصلاۃ علیہ والتسلیم، فصل فی الموطن التی یستحبّ فیہا الصلاۃ والسلام، ٢/١١٨)

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ

جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُؕ-اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىٕكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖۚ-فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَؕ-اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ(62)

ترجمہ: ایمان والے تو وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائیں اور جب کسی ایسے کام پر رسول کے ساتھ ہوں جو انہیں (رسولُ اللہ کی بارگاہ میں) جمع کرنے والا ہو تو اس وقت تک نہ جائیں جب تک ان سے اجازت نہ لے لیں۔ بیشک وہ جو آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر (اے محبوب!) جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے (جانے کی) اجازت مانگیں تو ان میں جسے تم چاہو اجازت دے دو اور ان کے لیے اللہ سے معافی مانگو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

آدابِ بارگاہِ نبوی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم:

آیت ’’اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ‘‘ سے معلوم ہونے والے اہم اُمور:

اس آیت سے چند باتیں معلوم ہوئیں۔

(1) ...حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مجلس پاک کا ادب یہ ہے کہ وہاں سے اجازت کے بغیر نہ جائیں، اسی لئے اب بھی روضۂ مُطَہَّرہ پر حاضری دینے والے رخصت ہوتے

وقت اَلْوِداعی سلام عرض کرتے ہوئے اجازت طلب کرتے ہیں۔

(2)...اس آیت سے دربارِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا ادب بھی معلوم ہوا کہ آئیں بھی اجازت لے کر اور جائیں بھی اِذن حاصل کر کے، جیسا کہ غلاموں کا مولیٰ کے دربار میں طریقہ ہوتا ہے۔

(3)...سلطانِ کونین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دربار کے آداب خود رب تعالیٰ سکھاتا ہے بلکہ اسی نے ادب کے قوانین بنائے۔

(4)...سرکارِ دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اجازت دینے یا نہ دینے میں مختار ہیں۔

(5)... حضور پُرنور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت برحق ہے کہ رب تعالیٰ نے حضورِ انور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو شفاعت کا حکم دیا ہے۔

(6)...اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر بڑا مہربان ہے کہ اپنے حبیب صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کے لئے دعائے خیر کا حکم دیتا ہے۔

(7)...ہر مؤمن سید المرسلین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت کا محتاج ہے کیونکہ صحابۂ کرام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُمْ جو اَولیائُ اللہ کے سردار ہیں ان کے متعلق شفاعت کا حکم دیا گیا تو اوروں کا کیا پوچھنا۔

(8)...اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل یہی ہے کہ حاضر رہیں اور اجازت طلب نہ کریں۔ یاد رہے کہ اساتذہ و مشائخ اور دینی پیشواؤں کی مجلس سے بھی اجازت

کے بغیر نہ جانا چاہیے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًاؕ-قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًاۚ-فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(63)

ترجمہ: (اے لوگو!) رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ بنالو جیسے تم میں سے کوئی دوسرے کو پکارتا ہے، بیشک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے کسی چیز کی آڑ لے کر چپکے سے نکل جاتے ہیں تو رسول کے حکم کی مخالفت کرنے والے اس بات سے ڈریں کہ انہیں کوئی مصیبت پہنچے یا انہیں دردناک عذاب پہنچے۔

رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو کن الفاظ کے ساتھ نِدا کرنی چاہیے:

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تاجدارِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ظاہری حیاتِ طیبہ میں اور وصالِ ظاہری کے بعد بھی انہیں ایسے الفاظ کے ساتھ نِدا کرنا جائز نہیں جن میں ادب و تعظیم نہ ہو۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس نے بارگاہِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو حقیر سمجھا وہ کافر ہے اور دنیا وآخرت میں ملعون ہے۔

(بیضاوی، النور، تحت الآیۃ: ۶۳، ۴/۲۰۳، خازن، النور، تحت الآیۃ: ۶۳، ۳/۳۶۵، صاوی، النور، تحت الآیۃ: ۶۳، ۴/۱۴۲۱، ملتقطاً)

”یا محمد“ کہنا منع ہے:

اسی لئے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ”یا محمد“ کہہ کر پکارنے کی اجازت نہیں۔ لہٰذا اگر کسی نعت وغیرہ میں اس طرح لکھا ہوا ملے تو اسے تبدیل کر دینا چاہیے۔

نوٹ: حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ”یا محمد“ کہہ کر پکارنے سے متعلق مزید تفصیل ”مسائل صراط الجنان“ کی پہلی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔

ہماری اردو کتابیں:

بہار تحریر (14 حصے)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اللہ تعالی کو اوپر والا یا اللہ میاں کہنا کیسا؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اذان بلال اور سورج کا نکلنا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
عشق مجازی (منتخب مضامین کا مجموعہ)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
گانا بجانا بند کرو، تم مسلمان ہو!	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
شب معراج غوث پاک	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
شب معراج نعلین عرش پر	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
حضرت اویس قرنی کا ایک واقعہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ڈاکٹر طاہر اور وقار ملت	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
مقرر کیسا ہو؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
غیر صحابہ میں ترضی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
اختلاف اختلاف اختلاف	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
چند واقعات کربلا کا تحقیقی جائزہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سیکس نالج (اسلام میں صحبت کے آداب)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعے پر تحقیق	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ایک عاشق کی کہانی علامہ ابن جوزی کی زبانی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
آئیے نماز سیکھیں (پہلا حصہ)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری

قیامت کے دن کس کے نام کے ساتھ پکارا جائے گا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
محرم میں نکاح	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
روایتوں کی تحقیق (تین حصے)	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
بریک اپ کے بعد کیا کریں؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ایک نکاح ایسا بھی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
کافر سے سود	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
میں خان تو انصاری	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
جرمانہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
لا الہ الا اللہ، چشتی رسول اللہ؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سفر نامہ بلاد خمسہ	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
منصور حلاج	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
فرضی قبریں	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سنی کون؟ وہابی کون؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
ہندستان دار الحرب یا دار الاسلام؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
رَضا یا رِضا	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
786/92	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
فتنہ گوہر شاہی	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری
سلاسل میں بٹے ہوئے سنی کب ایک ہوں گے؟	از قلم عبد مصطفی محمد صابر قادری

کلام عبید رضا	پیشکش عبد مصطفی آفیشل
تحریرات لقمان	از قلم علامہ قاری لقمان شاہد
بنت حوا (ایک سنجیدہ تحریر)	از قلم کنیز اختر
عورت کا جنازہ	از قلم جناب غزل صاحبہ
تحقیق عرفان فی تخریج شمول الاسلام	از قلم عرفان برکاتی
اصلاح معاشرہ (منتخب احادیث کی روشنی میں)	از قلم عرفان برکاتی
مسائل شریعت (جلد 1)	از قلم سید محمد سکندر وارثی
اے گروہ علما کہہ دو میں نہیں جانتا	از قلم مولانا حسن نوری گونڈوی
مقام صحابہ امام احمد بن حنبل کی نظر میں	از قلم علامہ وقار رضا القادری المدنی
مفتی اعظم ہند اپنے فضل و کمال کے آئینے میں	از قلم محمد ثقلین ترابی نوری
سفرنامہ عرب	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی
من سب نبیا فاقتلوہ کی تحقیق	از قلم زبیر جمالوی
ڈاکٹر طاہر القادری کی 1700 تصانیف کی حقیقت	از قلم مفتی خالد ایوب مصباحی شیرانی
علم نور ہے	از قلم محمد شعیب جلالی عطاری
یہ بھی ضروری ہے	از قلم محمد حاشر عطاری
مومن ہو نہیں سکتا	از قلم فہیم جیلانی مصباحی
جہان حکمت	از قلم محمد سلیم رضوی
ماہ صفر کی تحقیق	از قلم مولانا محمد نیاز عطاری

فضائل و مناقب امام حسین	از قلم ڈاکٹر فیض احمد چشتی
شان صدیق اکبر بزبان محبوب اکبر	از قلم امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
تحریرات بلال	از قلم مولانا محمد بلال ناصر
معارف اعلی حضرت	از قلم مولانا سید بلال رضا عطاری مدنی
نگارشات ہاشمی	از قلم مولانا محمد بلال احمد شاہ ہاشمی
ماہنامہ التحقیقات (ربیع الاول 1444ھ)	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
امیر معاویہ پہلی تین صدیوں کے اسلاف کی نظر میں	از قلم مبشر تنویر نقشبندی
زر خانۂ اشرف	از قلم محمد منیر احمد اشرفی
حضرت خضر علیہ السلام۔ایک تحقیقی جائزہ	از قلم محمود اشرف عطاری مرادآبادی
ایمان افروز تحاریر	از قلم محمد ساجد مدنی
انبیا کا ذکر عبادت۔ایک حدیث کی تحقیق	از قلم اسعد عطاری مدنی
رشحات ابن حجر	از قلم فرحان خان قادری (ابن حجر)
تجلیات احسن (جلد 1)	از قلم محمد فہیم جیلانی احسن مصباحی
درس ادب	از قلم غلام معین الدین قادری
تحریرات شعیب (الحنفی البریلوی)	از قلم محمد شعیب عطاری جلالی
حق پرستی اور نفس پرستی	از قلم علامہ طارق انور مصباحی
خوان حکمت	از قلم محمد سلیم رضوی
صحابہ یا طلقاء؟	از قلم مبشر تنویر نقشبندی

روشن تحریریں	از قلم ابو حاتم محمد عظیم
تحریرات ندیم	از قلم ابن جاوید ابو ادب محمد ندیم عطاری
امتحان میں کامیابی	از قلم ابن شعبان چشتی
اہمیتِ مطالعہ	از قلم دانیال سہیل عطاری
دعوت انصاف	از قلم علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ
حسام الحرمین کی صداقت کے صد سالہ اثرات	از قلم محمد ساجد رضا قادری کٹیہاری
تحریرات ابن جمیل	از قلم ابن جمیل محمد خلیل
ماہنامہ التحقیقات (ربیع الآخر 1444ھ)	پیشکش دار التحقیقات انٹرنیشنل
مسئلۂ استمداد	از قلم محمد مبشر تنویر نقشبندی
حضرت امیر معاویہ اور مجدد الف ثانی	از قلم محمد مبشر تنویر نقشبندی
میرے قلم دان سے	از قلم احمد رضا مغل
عوامی باتیں (حصہ 1)	از قلم فیصل بن منظور
تحقیقات اویسیہ (جلد 1)	از قلم علامہ اویس رضوی عطاری
امیر المجاہدین کے آثار علمیہ	از قلم محمد آصف اقبال مدنی عطاری
رافضیوں کا رد	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
چھوتی بیماریاں	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
فتاوی کرامات غوثیہ	از قلم امام اہل سنت، اعلی حضرت رحمہ اللہ
غامدیت پر مکالمہ	از قلم ابو عمر غلام مجتبی مدنی

خودکشی	ازقلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
مقالاتِ بدر (جلد 1)	ازقلم علامہ بدر القادری رحمہ اللہ
ماہنامہ التحقیقات (جمادی الاولی 1444ھ)	پیشکش دار التّحقیقات انٹرنیشنل
سردی کا موسم اور ہم	ازقلم خالد تسنیم المدنی
ردناصر رامپوری	ازقلم میثم عباس قادری رضوی
چشمۂ حکمت	ازقلم محمد سلیم رضوی
کتابوں کے عاشق	ازقلم محمد ساجد مدنی
عبد السلام نامی علما و مشائخ	ازقلم (مفتی) غلام سبحانی نازش مدنی
التعقبات بنام فرقۂ باطلہ کا تعاقب	ازقلم شعیب عطاری جلالی
تحریر کی ضرورت و اہمیت	ازقلم عمران رضا عطاری مدنی
دشمن صدیق و عمر	ازقلم امام جلال الدین سیوطی
عرفان بخشش شرح حدائق بخشش	ازقلم اعظمی مصباحی، ذیشان رضا امجدی
وسائل بخشش کا فکری و فنی جائزہ	ازقلم شاعر عمران اشفاق
موسیقی فقہائے کرام کی عدالت میں	ازقلم محمد بلال ناصر
ماہنامہ التحقیقات (جمادی الآخرہ 1444ھ)	پیشکش دار التّحقیقات انٹرنیشنل
مختصر مگر مفید	ازقلم فیصل بن منظور
اللہ و رسول کے لیے لفظ عشق کا استعمال	ازقلم جلال الدین احمد امجدی رضوی
شرح فقہ اکبر (سوالاً جواباً)	ازقلم ابن شعبان چشتی

تلخیص نور المبین (سوالاً جواباً)	از قلم ابن شعبان چشتی
دینی تعلیم	از قلم علامہ سید شاہ تراب الحق قادری
سیرت صدیق اکبر	از قلم سید مفتی خادم حسین شاہ
فتاوی خادمیہ (جلد 1)	از قلم سید مفتی خادم حسین شاہ
ذکر اویس قرنی	از قلم ملا علی قاری حنفی
اذان سحر	از قلم خلیل احمد فیضانی
قرآن کریم اور گلہ بانی	از قلم ابوالفواد توحید احمد طرابلسی
سیرت مدار اعظم	از قلم علامہ مفتی فیض احمد اویسی
ایک گناہ سترہ گواہ	از قلم خالد تسنیم المدنی
بدعت اور ائمہ	از قلم حسان رضا راعینی
ایمان کی باتیں	از قلم محمد شاہ رخ قادری
بوقت رخصتی عمر عائشہ	از قلم ابو عمر غلام مجتبیٰ مدنی
مسائل صراط الجنان (4 حصے)	از قلم خالد تسنیم المدنی
اصطلاحات فقہ (باعتبار حروف تہجی)	از قلم: محمد ندیم عطاری مدنی
مقالات ادروی	از قلم محمد سلیم انصاری ادروی
روزوں کے مسائل	از قلم محمد اویس رضا عطاری رضوی
تعارف شرف ملت	از قلم ابوالابدال محمد رضوان طاہر فریدی
اہل باطل کا تحریری رد کیوں ضروری ہے؟	از قلم کبیر احمد شیخ

DONATE

ABDE MUSTAFA OFFICIAL

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.

amo.news/blog

Sabiya Virtual Publication

This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **amo.news/books**

E Nikah Matrimonial Service

E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.

www.enikah.in

E Nikah Again Service

E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books

Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.

read more about us on **amo.news**

For futher inquiry: info@abdemustafa.com

SCAN HERE

PhonePe G Pay Paytm

9102520764

BANK DETAILS

Account Details :

Airtel Payments Bank

Account No.: 9102520764

(Sabir Ansari)

IFSC Code : AIRP0000001

or open this link | amo.news/donate

مسائل
صراط الجنان
(حصہ۱)

A

Abde Mustafa Official is a team from Ahle Sunnat Wa Jama'at working since 2014 on the Aim to propagate Quraan and Sunnah through electronic and print media. We're working in various departments.

Blogging : We have a collection of Islamic articles on various topics. You can read hundreds of articles in multiple languages on our blog.

blog.abdemustafa.com

Sabiya Virtual Publication

This is our core department. We are publishing Islamic books in multiple languages. Have a look on our library **books.abdemustafa.com**

E Nikah Matrimonial Service

E Nikah Service is a Matrimonial Platform for Ahle Sunnat Wa Jama'at. If you're searching for a Sunni life partner then E Nikah is a right platform for you.**www.enikah.in**

E Nikah Again Service

E Nikah Again Service is a movement to promote more than one marriage means a man can marry four women at once, By E Nikah Again Service, we want to promote this culture in our Muslim society.

Roman Books

Roman Books is our department for publishing Islamic literature in Roman Urdu Script which is very common on Social Media.

read more about us on **www.abdemustafa.com**

For futher inquiry: info@abdemustafa.com

M — O

ISBN (N/A)

AMO
ABDE MUSTAFA OFFICIAL

SABIYA
VIRTUAL PUBLICATION